سورۃ النساء (آیات 66 تا 68)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِاخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّافَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَايُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿٦٦﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٦٧﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾ ﴾

''اور اگر ہم اُنہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ' تو اُن میں سے تھوڑے سے ہی ایسا کرتے۔ اور اگر یہ اُس نصیحت پر کاربند ہوتے جو اُن کو کی جاتی ہے تو اُن کے حق میں بہتر اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔ اور ہم اُن کو اپنے ہاں سے اجرِ عظیم بھی عطا فرماتے' اور سیدھا رستہ بھی دکھاتے۔''

اگر ہم نے ان پر فرض کر دیا ہوتا کہ قتل کرواپنے آپ کو' یا نکلو اپنے گھروں سے تو یہ لوگ یہ کام نہ کرتے سوائے چند کے۔ اکثر حضرات نے ان الفاظ کو ظاہری معنی پر محمول کیا ہے اور اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ اللہ ہمارا خالق ہے وہ اگر حکم دے کہ اپنے آپ کو قتل کرو' خود کشی کرو' تو ہمیں کرنا ہوگی۔ اگر اللہ ہمیں حکم دے کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ' تو نکلنا ہوگا۔ مگر اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جیسے تاریخ بنی اسرائیل کے ضمن میں قرآن حکیم میں آتا ہے کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی' اُن کو مرتد ہونے کی سزا دی گئی تو وہاں الفاظ آئے کہ **اُقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ** ''قتل کرواپنے آپ کو'' یعنی تم اپنے میں سے اُن لوگوں کو قتل کرو جنہوں نے بچھڑے کی عبادت جیسا کبیرہ گناہ کیا۔ یہاں منافقین کا معاملہ چل رہا تھا۔ منافقین میں سے اکثر مومنین صادقین کے قریبی رشتہ دار تھے۔ رشتے کے تعلق سے اُن کے ساتھ ہمدردی بھی تھی۔ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اپنے رشتہ دار منافقین کی حمایت کے برعکس ہونا تو یہ چاہیے کہ تم ان منافقین کے ساتھ جو آستین کے سانپ ہیں' نفرت کرو۔ اللہ تعالیٰ یہ حکم بھی دے سکتا تھا کہ ہر قبیلہ اور ہر گھرانہ اپنے ہاں کے منافقین کو خود قتل کرے مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم نہیں دیا۔ یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی تھی کہ اُن سے برداشت نہ ہوا کہ کوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے' اور انہوں نے منافق کو قتل کر دیا۔ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیتا تو تمہیں بھی ایسا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اللہ کے علم میں ہے کہ تم میں سے بہت کم لوگ ہوتے' جو اس حکم کی تعمیل کر سکتے اور کر گزرتے۔

اور اگر یہ لوگ وہ کام کرتے جس چیز کی انہیں نصیحت کی جا رہی ہے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا' اسی کے اندر اُن کے ایمان کی پختگی اور ثباتِ قلبی کا سامان ہوتا۔ اس صورت میں ہم انہیں اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرتے' اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرما دیتے۔

فرمانِ نبویؐ

کھانے کی موجودگی میں نماز

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

((لَاصَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ' وَلَاوَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ)) (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ دو خبیث تقاضوں (بول و براز) کی حالت میں ہوتی ہے۔''

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ بھوک ہو اور کھانا سامنے آ جائے تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح بول و براز کی حاجت کے وقت بھی نماز مکروہ ہے۔ آدمی پہلے کھانے کھائے یا بول و براز سے فراغت پائے' پھر اطمینان سے نماز پڑھے' کیونکہ جب تک یکسوئی اور حضوریٔ قلب نہ ہو' عبادت میں حلاوت نصیب نہیں ہوتی۔

"تا خلافت کی بناٗ' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 14 — شمارہ 41
10 تا 16 نومبر 2005ء
7 تا 13 شوال المکرّم 1426ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

فوری دیکھیں 15/11

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

حافظ عاکف سعید

ہولناک زلزلہ — ایک عظیم قومی سانحہ — خدائی تنبیہ

8 اکتوبر 05ء کو صبح 9 بجے پاکستان کے شمال مشرقی خطے کا وسیع وعریض علاقہ ایک ہولناک آفت ارضی کی لپیٹ میں آیا' جس کے نتیجے میں دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں مکانات تباہ ہو گئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد جاں بحق ہوئے، ہزار ہا زخمی ہوئے اور لاکھوں افراد بے گھر ہو گئے۔ یہ آفت ارضی ہمارے لئے قومی سطح پر ایک عظیم آزمائش اور ہمارے رب کی جانب سے ایک انتباہ عظیم سے کم نہیں' اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ "نہیں پڑتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے اِذن سے"۔ (التغابن: 11)

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍo﴾ "اور جو مصیبت بھی تم پر آتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کے سبب سے ہے اور اللہ بہت سے گناؤں سے درگزر بھی کرتا ہے"۔ (الشوریٰ: 30)

جی ہاں! یہ ہمارے اجتماعی جرائم کا شاخسانہ ہے جو قوم کو جگانے کا ذریعہ اور آخرت کے بڑے عذاب سے قبل ایک شدید وارننگ کا درجہ رکھتا ہے۔ بقول اقبال ۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی نہیں کرتی ملت کے گناہوں کو معاف!

یہ درست ہے کہ افراد کے لئے حقیقی دارالجزاء تو آخرت ہی ہے لیکن اللہ کی سنت ہے کہ بعض اوقات قوموں کے اجتماعی جرائم کی کسی قدر سزا دنیا میں بھی قوم کے ایک حصے پر مسلط کر دی جاتی ہے تا کہ بقیہ قوم اُس سے سبق حاصل کرے اور اللہ اور اُس کے دین سے انحراف کی روش ترک کر کے اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر کمربستہ ہو جائے۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر 21 میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُونَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَo﴾

"اور ہم انہیں بڑے عذاب سے قبل چھوٹے عذاب کا مزہ چکھاتے ہیں تا کہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں"۔

سابقہ اُمت مسلمہ یعنی یہود کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ جب انہوں نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی' اللہ کی کتاب کی ناقدری اور دین وشریعت سے انحراف کی روش اختیار کی تو اُن پر بار بار اللہ کی طرف سے مختلف قسم کے عذاب مسلط کئے گئے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ......﴾ "اُن پر ذلت اور مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا گیا اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے"۔ (البقرہ: 61)

اور ﴿وَاَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَo﴾ "اور ہم نے ظلم کرنے والوں کو بدترین عذاب میں پکڑا' ان کی نافرمانی کی پاداش میں"۔ (الاعراف: 165)

اور ﴿قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ﴾ "(اے نبیؐ) فرما دیجئے' پھر اللہ تمہارے گناہوں پر (دنیا میں) تم پر عذاب کیوں بھیجتا رہا؟" (المائدہ: 18)

واضح رہے کہ سورۃ الانفال کی آیت نمبر 25 کے مطابق جب کسی مسلمان قوم کے جرائم کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے عذابِ عام آتا ہے تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے اور بے گناہ افراد اور معصوم بچے بھی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ ایسے بے گناہوں کو آخرت کی ابدی زندگی میں لامحدود اجر وثواب سے نوازا جائے گا' جو ان کے لیے حقیقی سرمایۂ حیات ثابت ہوگا۔ لیکن قوم کے وہ افراد اور طبقات جو ایسی خدائی تنبیہات اور عذابِ الٰہی کے چھوٹے جھٹکوں سے سبق نہ سیکھیں اور اللہ کے دین سے بے وفائی اور عصیان پر مُصر رہیں وہ شدید ترین عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں۔

چنانچہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جھنجھوڑ دینے والی خدائی تنبیہ سے سبق سیکھتے ہوئے اور آزمائش کی اس سخت گھڑی میں اپنی قومی وملی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ہم:

1۔ زلزلہ زدگان کی امداد اور بحالی کے کام میں انسانی ہمدردی اور اخوتِ اسلامی کے جذبے سے سرشار ہو کر ان متاثرین زلزلہ کے ساتھ دامے' درمے' سخنے بھرپور تعاون کریں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک کہ (باقی صفحہ 16 پر)

پہلی غزل کا پہلا بند (بالِ جبریل حصہ دوم)

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا   غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا!

خودی سے اس طلسمِ رنگ و بُو کو توڑ سکتے ہیں   یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

نگہ پیدا کر اے غافل! تجلّی عین فطرت ہے   کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

رقابت علم و عرفاں میں غلط بینی ہے منبر کی   کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں   زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا!

نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی   تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ!

جیسا کہ پچھلے شمارے میں بیان ہو چکا ہے' علامہ اقبال نے یہ نظم حکیم سنائی غزنویؒ کے مزار کی زیارت سے متاثر ہو کر لکھی تھی' اس لیے نظم کے پہلے بند میں' جو چھ اشعار پر مشتمل ہے' تصوف کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلے شعر میں یہ بتایا ہے کہ عشق انسان کو زمان و مکاں کی قیود سے بالاتر کر دیتا ہے۔ عاشق اِس کائنات کی حدود میں نہیں سما سکتا۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اُس میں ہیں آفاق

دوسرے شعر میں اِس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ عشق کی بدولت انسان قوائے فطرت کو مسخر کر سکتا ہے۔ تیسرے شعر میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ عشق خالق اور مخلوق میں رابطہ پیدا کر دیتا ہے اور اِس کی بدولت عاشق کو تجلیاتِ الٰہیہ کا جلوہ نظر آ سکتا ہے۔ چوتھے شعر میں یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ علم اور عشق میں کوئی رقابت یا مخالفت نہیں ہے' بلکہ عشق' علم کی اعلیٰ ترقی یافتہ صورت ہے۔ پانچویں شعر میں یہ امر واضح کیا ہے کہ عشق انسان میں شانِ استغنا پیدا کر دیتا ہے۔ یہ وہ دولتِ بے بہا ہے کہ اکثر بادشاہ اور سلاطین اپنے دل میں یہ حسرت لیے رخصت ہوئے۔ چھٹے شعر میں اِس بات کی شرح ہے کہ کائنات میں صرف انسان ہی وہ ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عشق کی دولت سے سرفراز کیا ہے۔ غرضیکہ اقبال نے پہلے بند کے ہر شعر میں عشق ہی کی مختلف صورتیں اور خصوصیات بیان کی ہیں' اور چونکہ حکیم سنائی عشق کے علم بردار ہیں' لہٰذا در پردہ اقبال نے یہ بند حکیم موصوف ہی کی شان میں لکھا ہے۔ اِن اشعار کی فرداً فرداً' مختصر تشریح یہ ہے:

1۔ عشقِ حقیقی عاشق کو زمان و مکان کی قیود سے آزاد کر دیتا ہے۔ اُس کی نگاہ میں اِس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ کائنات اُسے چھوٹی نظر آنے لگتی ہے' اور یہ اس لیے کہ عشق کی تاثیر سے اُس کا مادی جسم کثافت سے پاک ہو جاتا ہے اور وہ ایک آن میں زمین سے آسمان تک جا سکتا ہے۔

2۔ توحید خالص پر عمل کرنے سے انسان کی خودی میں اس قدر قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اِس ''طلسمِ رنگ و بُو'' کو پاش پاش کر سکتا ہے' یعنی وہ کائنات کو مسخر کر سکتا ہے۔ اقبال نے اپنے کلام میں متعدد مقامات میں ''طلسمِ رنگ و بو'' کی ترکیب استعمال کی ہے۔ ''طلسم'' کے لفظی معنی ہیں: پوشیدہ راز' تعویذ یا نقش مرتب کرنا' منتر پڑھنا یا جادو کرنا۔ اصطلاحی معنی ہیں' ایسی چیز جس کی کوئی اصلیت' حقیقت یا وجود نہ ہو' اور یہ مفہوم اس لیے پیدا ہوا کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ مثلاً جادوگر ہتھیلی پر سرسوں جما کر دکھا دیتا ہے یا رسی کو سانپ بنا دیتا ہے' لیکن ہم جانتے ہیں کہ درحقیقت نہ سرسوں کا وجود ہوتا ہے نہ سانپ کا۔ اقبال نے اِس شعر میں یہی بتایا ہے کہ انسان اپنی خودی سے اِس طلسمِ رنگ و بو کو توڑ سکتا ہے۔ مگر کیسے؟ اقبال کے فلسفۂ خودی کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ انسان اِس کائنات کو مسخر کر سکے' یعنی عناصرِ فطرت پر حکمران ہو سکے۔

3۔ اے مسلمان! انوارِ الٰہیہ کی تجلیات ہر لحظہ اور ہر جگہ کارفرما ہیں' اگر تُو اِن سے مستفید نہیں ہو سکتا تو یہ تجلیات کا قصور نہیں' بلکہ تیری بے بصری کا فتور ہے کہ تُو نے اپنی غفلت سے ان کے دیکھنے کے لیے نگاہ پیدا نہیں کی۔ یاد رکھ' دریا اپنی امواج سے بیگانہ ہو جائے تو اُن کا وجود ہی ختم ہو جائے' کیونکہ موج کا وجود دریا کے وجود پر موقوف ہے۔ اسی طرح اگر خدا کائنات سے بیگانہ ہو جائے تو کائنات کا وجود ختم ہو جائے گا۔

4۔ علم اور عرفان یا فلسفۂ اور عشق یا شریعت اور طریقت کو عام طور پر ایک دوسرے کی ضد سمجھا جاتا ہے۔ اس کا باعث منبر (علمائے ظاہر) کی غلط فہمی ہے۔ دراصل اِن میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ اصل میں یہ ایک ہیں

5۔ ایک سچا مسلمان' خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم' اگر اُس میں استغنا ہے' تو دونوں حالتوں میں اپنے ایمان کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ استغنا سے مراد ہے اللہ کے سوا کسی اور سے حاجت روائی کی آرزو نہ کرنا۔

6۔ اگرچہ بظاہر جبریل سے خطاب کیا ہے' لیکن دراصل اقبال کا مطلب یہ ہے کہ فرشتوں میں اللہ سے عشق کرنے کی صلاحیت نہیں ہے' کیونکہ اُن کو یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اُن کو اللہ نے محض تسبیح' ذکر و طواف کے لیے پیدا کیا ہے۔

حالیہ زلزلہ

کچھ متوقع خطرات' کچھ امید افزا گوشے

[illegible] بانی تنظیم اسلامی [illegible] صاحب کے عید الفطر کے خطاب کی تلخیص

موضوع سے متعلقہ آیات کریمہ کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: پاکستان کے وسیع علاقے پر جو زلزلہ آیا ہے' وہ واقعتا قیامت صغریٰ ہے' خاص طور پر وہاں کے لوگ جو اس سے متاثر ہوئے ہیں ان کے لیے تو یہ بلاشبہ قیامت کا ایک نقشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں قیامت کو زلزلے سے تعبیر فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ (الحج: 1,2)

"اے لوگو! تم اللہ سے ڈرو۔ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔"

اسی طرح سورۃ الزلزال میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ② وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ③﴾

یعنی "جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی اور اپنے بوجھ باہر نکال دے گی اور انسان کہے گا اُسے کیا ہو گیا"۔

اِس زلزلہ کے بارے میں بظاہر دو متضاد نقطہ ہائے نظر سامنے آرہے ہیں' لیکن حقیقت میں دونوں کلی طور پر ایک دوسرے کے متضاد نہیں' بلکہ دونوں میں جزوی صداقت پائی جاتی ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ یہ زلزلہ قواعد طبعیہ نتیجہ ہے۔ یہ عناصر کا کھیل ہے۔ اِس کا تعلق گناہ ثواب سے نہیں۔ اُسے عذاب کہنا صحیح نہیں ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو بڑے شد و مد کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔ اللہ کی طرف سے ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے جو ہمیں دی گئی ہے۔

یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ یہ درست ہے کہ اللہ نے اس کائنات کو بنا کر اس کے لیے کچھ قوانین متعین کر دیئے ہیں' جن کے تحت یہ نظامِ ہستی چل رہا ہے۔ لیکن ایسا تو نہیں ہے کہ کائنات کی تخلیق اور قوانین فطرت بنا کر کر اللہ تعالیٰ نے کائنات کو یوں ہی چھوڑ دیا ہو' بلکہ وہ ہر آن' ہر لمحہ اللہ کے قابو اور دائرہ اختیار میں ہے۔ قوانین فطرت بھی اسی کے اذن سے ہی وہ روبہ عمل آتے ہیں۔ مثلاً' ہم ایک طرف یہ کہتے ہیں بارش اللہ برساتا ہے اور دوسری طرف یہ سوچ رکھتے ہیں کہ سمندر سے آبی بخارات اٹھتے ہیں' وہ اوپر جا کر بادل بنتے ہیں۔ پھر ان سے بارش برستی ہے۔ یہ دونوں باتیں بظاہر متضاد لگتی ہیں' لیکن حقیقت اِن میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اگرچہ سارا نظامِ ہستی اللہ کے حکم اور مشیت سے چل رہا ہے لیکن اللہ اپنی مشیت اور حکمت کو بھی انہی قوانین فطرت کے ذریعے پورا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ان قوانین کو توڑ بھی دیتا ہے۔ وہ رب کائنات ہے۔ اس کو اختیار ہے' وہ جب چاہے ان قوانین کو ساقط کر دے۔ وہ جب ایسا کرتا ہے تو کبھی عصاءِ موسیٰؑ سے سمندر پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے' کبھی آگ اپنی طبعی خاصیت کے برعکس حضرت ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جاتی ہے' انہیں جلاتی نہیں۔

اگرچہ یہ سانحہ طبعی قوانین کے نتیجہ کے ساتھ ساتھ بہت بڑا عذاب بھی ہے۔ تاہم یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ انفرادی طور پر انسانوں کے نیک یا بداعمال کی جزا یا سزا دنیا میں نہیں دی جاتی بلکہ یہ آخرت میں ملے گی' جب قیامت کے دن انسان کے اعمال تلیں گے۔ پھر ان کے مطابق انسان کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہوگا۔ گویا یہ سزا یا محاسبہ انفرادی ہوگا۔ قرآن حکیم میں فرمایا: "قیامت کے دن ہر فرد انفرادی حیثیت میں پیش ہوگا۔ (مریم:95) اُس دن اللہ پوچھے گا کہ اے انسان ہم نے تمہیں جسمانی قوتیں اور صلاحیتیں دیں' تمہیں مواقع دیئے' تمہیں دنیاوی وسائل دیئے' بتا انہیں کیسے استعمال کیا' تو کیا کر کے لایا ہے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

البتہ قوموں کے اجتماعی جرائم کا معاملہ اِس سے مختلف ہے۔ انہیں اپنے گناہوں کی سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔ علامہ اقبال نے بہت خوبصورت انداز میں کہا ہے۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

قوموں پر اس دنیا میں جو اجتماعی عذاب آتے ہیں' ان کے بارے میں دو باتیں جان لیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ عذاب دو طرح کے ہوتے ہیں۔ عذاب ادنیٰ' اور عذاب اکبر۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ یہ ہے کہ بڑا عذاب' جو عذاب استیصال' جڑ کاٹ دینے والا اور قوم کو نسیا منسیا کر دینے والا عذاب ہوتا ہے' اُس سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذابات بھیجتا ہے۔ تاکہ اگر کوئی ہوش میں آنا چاہے تو آ جائے اور اپنی اصلاح کر لے۔ سورۃ السجدہ میں فرمایا:

﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㉑﴾

یعنی "ہم انہیں لازماً چھوٹے عذابوں کا مزا چکھائیں گے بڑے عذاب سے پہلے' شاید کہ وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں"۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس عذاب میں صرف گناہگار ہی نہیں پکڑے جاتے' بلکہ بے گناہ بھی اِس کی لپیٹ میں آتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ دوٹوک الفاظ میں تنبیہ کرتے ہیں:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾ (25)

یعنی "ڈرو اس فتنے (عذاب) سے جو تم میں سے اُن لوگوں کو ہی نہیں پہنچے گا جنہوں نے ظلم کیا' (بلکہ سب پکڑے جائیں گے)"۔

حالیہ زلزلہ کے بعد دنیا کی طرف سے حوصلہ افزا ردعمل سامنے آیا۔ پوری دنیا کی طرف سے مدد کا وعدہ کیا گیا' جو یقیناً بڑا دل خوش کن وعدہ تھا۔ لیکن عملاً مغربی دنیا خاص طور پر امریکہ نے قابل لحاظ مدد نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ امریکہ اس وقت بڑی گہری چال چل رہا ہے۔ وہ وعدے کرتا ہے لیکن عملاً امداد اس وقت بھیجے گا' جب تعمیر نو کا مرحلہ آئے گا۔ غالباً امریکیوں کا خیال ہے کہ اُس وقت جب کشمیری عوام تعمیر نو کے کام میں امریکی امداد اور عملی شرکت دیکھیں گے تو ان کے دلوں میں امریکہ کے لیے نرم گوشہ پیدا ہو جائے گا' جس سے امریکہ بڑا دوررس کام لے گا۔

امریکہ کا ایک بہت پرانا منصوبہ ہے' جس کے مطابق مقبوضہ کشمیر جو بھارت کے قبضے میں ہے' اور آزاد کشمیر جو پاکستان کے زیرِ انتظام ہے' ان دونوں حصوں کو متحد کر کے کشمیر کی آزاد مملکت قائم کر دی جائے۔ سات آٹھ سال پہلے امریکہ کی اس وقت کی اسسٹنٹ سیکرٹری آف سٹیٹ رابن رافیل نے یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر کہی تھی کہ ہم پاکستان سے پاکستان کا کشمیر لیں گے' ہندوستان سے ہندوستان کا کشمیر لیں گے' اور لداخ کا وہ علاقہ جو کبھی پاکستان نے چین کے حوالے کر دیا تھا' وہ بھی واپس لیں گے' اور ان سب پر مشتمل ایک آزاد ریاست قائم کریں گے۔ ہم امریکہ کے اِس پلان کی راہ روکنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن بھارت اس کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ رہا ہے۔ بھارت اِسے قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ یہاں تک کہ بھارت کے ایک وزیر داخلہ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اب کشمیر کے معاملے میں امریکہ کی اپنی نیت خراب ہوگئی ہے۔

ماضی کے برعکس اب صورتحال تبدیل ہو چکی ہے۔ بھارت امریکہ کا پارٹنر بن چکا ہے۔ وہ دونوں یکجان دو قالب بن گئے ہیں اور دونوں کا ہدف اور مقصد ایک ہے۔ اِسی لیے تو امریکہ نے بھارت کے لیے ایٹمی ترقی کے سارے راستے کھول دیئے ہیں۔ امریکہ بھارت گٹھ جوڑ کا مظہر امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ کنڈ ولیزا رائس کا وہ بیان ہے جو امریکی پالیسی اور عزائم کی عکاسی کرتا ہے۔ انہوں نے پاکستان اور بھارت کے دورے کے بعد امریکہ جا کر کہا کہ ''پاکستان کے مستقبل کا فیصلہ امریکہ اور بھارت مل کر کریں گے''۔

امریکہ کے رویہ سے قطع نظر عالم اسلام سے یقیناً بہت مدد آئی ہے۔ مسلمان ہونے کے ناطے مسلمانوں میں اسلامی اخوت اور ملی وحدت کا جذبہ موجود ہے۔ حکمرانوں میں ہو نہ ہو عوام میں اِس جذبہ کی کمی نہیں۔ اِسی جذبہ کا مظہر ہے کہ بہت سے اسلامی ممالک نے بالفعل مدد کی ہے۔ ایران نے دل کھول کر ریلیف فراہم کیا ہے۔ سعودی عرب نے قابل لحاظ مالی سپورٹ کی ہے۔ ترکی نے امداد دی ہے۔ قطر نے بھرپور تعاون کیا ہے۔ اِس کے علاوہ کئی مسلم ممالک نے اِس کام میں اپنا حصہ بقدر جثہ ڈالا ہے۔ انہوں نے امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کی طرح محض وعدے نہیں کیے بلکہ عملاً پاکستان کی مالی مشکلات کو دور کرنے کی کوششیں کیں اور کر رہے ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ چین جو ہمارا سب سے بڑا Allied سمجھا جاتا رہا ہے' بالکل خاموش بیٹھا رہا۔ اُس نے کوئی بات ہی نہیں کی' اگرچہ اب چین کے کچھ لوگ آئے ہیں' اور جائزہ لے رہے ہیں۔

اندرون ملک قوم نے جس بھائی چارے' ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کیا ہے' وہ بھی بے مثال ہے۔ لوگوں میں ہمدردی کا بے نظیر جذبہ دیکھنے میں آیا۔ متاثرہ علاقوں میں ہزار ہا ٹرک امدادی سامان لے کر گئے ہیں۔ ہر شعبہ زندگی سے نوجوان وہاں پہنچے اور امدادی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو وہاں کے حالات سے ناواقفیت کی بنا پر کچھ مدد نہ کر سکے' لیکن انہوں نے وہاں جا کر اپنے متاثرہ بھائیوں کو یہ پیغام دیا کہ مصیبت کی اِس گھڑی میں وہ تنہا نہیں' بلکہ پوری قوم اُن کے ساتھ ہے۔ ہر ادارے نے امداد دی۔ اِس سلسلہ میں اخبارات نے بھی کافی کام کیا۔ روزنامہ نوائے وقت کے چیف ایڈیٹر جناب مجید نظامی نے متاثرین کی امداد کے لیے نوائے وقت زلزلہ فنڈ قائم کیا۔ باقی اخبارات نے بھی اپنی حد تک ریلیف میں حصہ ڈالا۔ متاثرین کی امداد اور بحالی کے لیے دینی جماعتوں کے کردار بھی مثالی رہا۔ خاص طور پر جماعۃ الدعوۃ اِس کام میں بہت آگے رہی۔ اُس نے بہت نمایاں خدمات انجام دیں۔ اُس کے رفاہی کام کو ملکی میڈیا کے علاوہ بین الاقوامی میڈیا نے بھی تسلیم کیا ہے۔ خود صدر پرویز مشرف نے اِس کی تعریف کی ہے۔ اِس کے علاوہ جماعت اسلامی نے کافی کام کیا ہے۔ الرشید ٹرسٹ نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ ہم نے بھی تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے محدود وسائل کے مطابق ریلیف کے کاموں میں حصہ ڈالا۔

پاکستان کے مسلمانوں میں ہمدردی' اخوت اور ایثار و قربانی کا یہ جذبہ نہایت خوش آئند ہے۔ اِس وقت ضرورت اِس امر کی ہے کہ اِس جذبہ کو صحیح رُخ دیا جائے۔ اہل پاکستان کا رجوع الی اللہ کی جانب متوجہ کیا جائے۔ انہیں بتایا جائے یہ چھوٹا عذاب دراصل بڑے عذاب سے پہلے تنبیہہ ہے۔ اگر اب بھی اصلاح نہ کی گئی تو حاکم بدھن بڑا عذاب آ سکتا ہے۔ وہ بڑا عذاب کیا ہوگا؟ خدانخواستہ وہ پاکستان کے خاتمہ کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے' جس کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ جس کے لیے رینڈ کارپوریشن وقتاً فوقتاً پیش گوئی کرتی رہتی ہے۔ اِس سلسلہ میں تازہ ترین کنڈ ولیزا رائس کا مذکورہ بیان ہے۔ ممکن ہے بھارت ہم پر بہت بڑی جنگ مسلط کر دے۔ اکرم ذکی صاحب جو پرانے بیوروکریٹ بھی ہیں' انہوں نے قومی ڈائجسٹ کو دیئے گئے انٹرویو میں صاف کہا: ''لکھ کر رکھ لو' عنقریب بھارت پاکستان پر بڑا حملہ کرے گا''۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ہندو نے آج تک پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ اُس کے سینے کا ناسور مندمل نہیں ہوا' ابھی باقی ہے۔ ہندوؤں کی لوئر کلاس اور لوئر مڈل کلاس جو بہت بڑے پیمانے پر انڈیا میں موجود ہے' وہ یہ سمجھتی ہے کہ مسلمانانِ ہند نے بہت بڑا جرم کیا ہے کہ ہماری بھارت ماتا کے ٹکڑے کر دیئے۔ وہ ابھی تک اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ وہ اِس خواب کی تعبیر یوں بھی کر سکتے ہیں کہ نام نہاد دوستی کے روپ میں' پاکستان پر اپنا کلچر مسلط کر کے' اُس کے اساسی نظریے اور معنویت کو ختم کر کے' اُسے اپنا تابع مہمل بنا دیں۔ پاکستان بھی نیپال کی سی حیثیت اختیار کر لے' اور اِس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ جنگ مسلط کر کے اس کے حصے بخرے کر دیئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت تھی۔ ہم نے اس نظریے کو مضبوط نہیں کیا۔ اب کیسے مضبوط رہ جائے گا۔ کیسے قائم رہے گا۔ جڑ ہی اگر کھوکھلی ہو جائے تو لامحالہ درخت تو گرتا ہے۔ اس اعتبار سے پروفیسر زائرنگ کا یہ جملہ حقیقت پر مبنی ہے کہ Pakistan is "still insearch of Identity"۔ چنانچہ پاکستان میں ابھی تک یہ بحث جاری ہے کہ یہ کس لیے وجود میں آیا ہے۔

اگرچہ اسلامی نظام سے انحراف کی سزا کے طور پر بڑا حادثہ بھی رونما ہو سکتا ہے۔ تاہم اب کچھ ایسے آثار دکھائی دے رہے ہیں جن سے لگتا ہے کہ قوم میں زندگی اور حرارت ابھی باقی ہے۔ ممکن ہے قوم توبہ کر لے اور اسلامی نظام کے لیے اُٹھ کھڑی ہو جائے ؎

نہیں نا اُمید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اس وقت ضرورت اِس امر کی ہے کہ کوئی بڑی جماعت یہاں نظام خلافت کے قیام کے علمبردار بن کر اُٹھے اور توبہ کی منادی کرے۔ توبہ کی ایک تحریک چلائی جائے کہ لوگو! توبہ کرو۔ توبہ سے مراد کیا ہے؟ اس کا مطلب ہے رجوع الی اللہ! دیکھئے' ہمارے ملک میں اس وقت تین سطحوں پر منافقت ہے۔ اِس نفاق کا سبب اسلامی نظام کے وعدے سے انحراف ہے۔

اس منافقت کا سب سے بڑا مظہر ہمارے ملک کا دستور ہے۔ جو منافقت کا پلندہ ہے۔ وہ بظاہر اسلامی ہے لیکن اُس میں ایسے چور دروازے ہیں' جن سے اسلام عملاً غیر موثر ہو کر رہ گیا ہے۔ اگرچہ جنرل ضیاء الحق (مرحوم) نے بہت اچھا کام کیا تھا' کہ قرارداد مقاصد کو آئین کے دیباچہ سے اٹھا کر دستور کا باقاعدہ حصہ بنا دیا۔ لیکن اس میں

> **زلزلہ سے متاثرہ بھائیوں کے لیے پاکستان کے مسلمانوں میں ہمدردی اور ایثار و قربانی کا بے مثال جذبہ دیکھنے میں آیا۔ یہ نہایت خوش آئند ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ اُسے رجوع الی اللہ کے لیے بروئے کار لایا جائے۔**

یہ الفاظ نہیں ہیں کہ یہ پورے دستور پر حاوی ہوگی ہے۔ لہٰذا وہ بے اثر ہوگئی۔ اسی طرح انہوں نے شریعت کورٹ بنائی مگر اُس کے دائرۂ اثر کو بھی نہایت محدود کر دیا تھا۔

دستوری منافقت کو دور کرنے کے لیے مؤثر عوامی مہم کی ضرورت ہے' تب بات بنے گی۔ ہم نے دو سال قبل اِس کے خاتمے کے لیے ایک بل کا مسودہ بنایا تھا' کہ اگر ہمارے آئین میں فلاں فلاں ترمیم ہو جائے' تو دستور کی سطح پر منافقت ختم ہو سکتی ہے۔ اس مسودہ کا اشتہار اخبارات میں بھی شائع کرایا گیا۔ لیکن کسی کے کان پر جوں نہیں رینگی۔

آج بھی کوئی بھی دینی یا سیاسی جماعت' اُس کا کوئی ایم این اے' کوئی سینیٹر اِس ترمیمی مسودہ کو اسمبلی میں پیش کر دے۔ پھر اس بل کی منظوری کے لیے تحریک چلائی جائے۔ حکومت پر عوامی دباؤ ڈالا جائے' تو یہ کام ہو سکتا ہے۔

ہماری دوسری منافقت اخلاقی سطح پر ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا: منافق کی چار نشانیاں ہیں: جب بولے' جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔ اگر کسی سے جھگڑا ہو جائے' پھٹ پڑے' (گالم گلوچ اور ہاتھا پائی پر اتر آئے)۔ امین بنایا جائے تو امانت میں خیانت کرے۔ اِس حدیث کے آئینے میں ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہمارے ہاں جو آدمی جتنا بڑا ہے اتنا ہی بڑا منافق ہے۔ معاشرے میں کرپشن عروج پر ہے۔ سیاستدانوں اور حکمرانوں کی سطح پر لاکھوں نہیں کروڑوں' اربوں روپے کے غبن ہوئے ہیں۔ اور وہ ساری غبن شدہ دولت بیرون ملک بینکوں میں منتقل کر دی گئی۔ جھوٹ' بددیانتی' ناپ تول میں کمی پوری قوم کا شعار بن چکا ہے۔ جھوٹ تو گویا ہماری قوم کے ماتھے پر لکھا ہوا ہے' بالکل ایسے جیسے دجال کے ماتھے پر ک' ف' ر' (کفر) لکھا ہوگا۔ الغرض آج ہمارے معاشرے میں جو اخلاقی انحطاط ہے وہ پوری دنیا میں نہیں ہے۔

اخلاقی سطح پر منافقت سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ توبہ کی جائے۔ یہ انفرادی توبہ ہوگی۔ ہر شخص اللہ کو یاد کرے' آخرت اور قیامت کو یاد کرے۔ حرام خوری سے' سودی کاروبار سے توبہ کرے۔ اپنے گھر اور خاندان میں شرعی پردہ نافذ کرے۔ مختلف کمپنیوں کے اشتہارات میں عورت کو ذریعہ اشتہار بنا دیا گیا ہے' اخبارات میں عورتوں کی بے پردہ اور عریاں تصاویر چھپتی ہیں' ان سے توبہ کی جائے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا......﴾ (تحریم:8)

یعنی "اے ایمان والو توبہ کرو توبہ نصوح (یعنی سچی توبہ)"۔

انفرادی توبہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ذاتی طور پر اللہ کی طرف رجوع ہو کر پھر ایک احتجاجی تحریک برپا کی جائے۔ حکومت پر اسلامی نظام کے لیے دباؤ ڈالا جائے۔

اس کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ جارجیا میں عوامی تحریک برپا ہوئی تو حکومت کو رخصت ہونا پڑا۔ اسی طرح ہمارے قریبی ملک کرغستان میں عوامی تحریک کے ذریعے حکومت بدل گئی' نظام بدل گیا۔ ایرانی عوام حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بیس ہزار کے قریب لوگوں نے جانیں دیں اور انقلاب آ گیا۔ بلاشبہ عوام بڑی طاقت ہوتے ہیں۔ وہ اگر حکومت اور نظام بدلنے کے لیے تیار ہو جائیں تو رائج الوقت نظام کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کر تبدیلی لا سکتے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ ہو۔ پاکستان مملکت خداداد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں یہ ملک ایک بہت بڑے منصوبے کا حصہ ہے۔ اِس کا قیام 27 رمضان المبارک کو عمل میں آیا۔ قرآن حکیم کا نزول بھی لیلۃ القدر میں ہوا ہے' جو غالباً ستائیسویں شب ہے۔ پھر یہ کہ یہ معجزے کے طور پر دنیا میں قائم ہوا ہے۔

اِس بات پر ہمیں صدفی صد یقین ہے کہ دنیا میں آخر کار اسلام کا بول بالا ہوگا۔ عالمی سطح پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ اس کی خبر نبی اکرمﷺ نے دی ہے۔ لیکن ظاہر بات ہے اس کا آغاز کہیں سے تو ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ اِس کا آغاز ان شاء اللہ یہیں سے ہوگا۔ اور میرا خیال ہے کہ پاکستان کے ساتھ پورا افغانستان یا اس کا مشرقی حصہ مل جائے گا' اور پھر پاکستان اور افغانستان مل کر اسلام کے عالمی غلبے کا نقطۂ آغاز بن جائیں گے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے بھی کہا تھا۔

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے' میرا وطن وہی ہے

خدائی عذاب کے جھٹکے

پاک دھرتی ہو گئی جب کُفر کی آماجگاہ — خوف رب سے اس پہ طاری ہو گیا ہے زلزلہ
اپنے اوپر ظلم کے جب ٹوٹتے دیکھے پہاڑ — دھرتی کانپی اس قدر کہ پڑ گئی اس میں دراڑ
ہر طرف ہے دینِ حق سے بے وفائی کا چلن — رہبروں کے بھیس میں چاروں طرف ہیں راہزن
دوستوں سے ہے عداوت دشمنوں سے دوستی — کفر کو اسلام پہ' ہم دے رہے ہیں برتری
رقص و موسیقی غذا ہو جب ہماری رُوح کی — اور اسلامی شعائر کی کریں بے حُرمتی
قہر ٹوٹے کیوں نہ ہم پہ اور نازل ہو عتاب — کیکروں پر کیا کسی نے کھلتے دیکھے ہیں گلاب؟
اب خُدائی قہر سے چھٹکارا پانے کے لیے — ہم نے مغضوبانِ رب سے رابطے قائم کیے!
زلزلہ زدگان کی امداد کرنے کے لیے — راگ رنگ کی محفلوں کو ہم سجانے ہیں لگے!
جن گناہوں کی بنا پہ ہم پہ آیا ہے عذاب — چاہیے کہ ہم کریں اب ان سے کامل اِجتناب
آفتیں آئی ہیں ہم پہ جن معاصی کے سبب — چھوڑ دیں یکسر انہیں اور مل کے توبہ کر لیں اب
ان سماوی آفتوں سے ہم کو بچنا ہے اگر — تو بدل دیں ہم اویسی اپنی موجودہ ڈگر

(انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ)

خصوصی مبتدی تربیت گاہ

مبتدی رفقاء کے لیے ہفت روزہ تربیت گاہ ان شاء اللہ العزیز
مورخہ 27 نومبر اتوار نماز عصر تا 3 دسمبر ہفتہ نماز ظہر 2005ء
بمقام: مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو' لاہور منعقد ہو رہی ہے۔
مبتدی رفقاء شرکت فرما کر بھرپور استفادہ کریں۔

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت' تنظیم اسلامی

سید قطب تختہ دار پر

سید قاسم محمود

مارچ 1946ء میں جب مصر میں ہنگامی حالت کا خاتمہ ہوا تو تمام سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے۔ ان میں اخوان بھی تھے' لیکن ایک سال کے بعد ہی اخوان پھر ابتلا اور آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ جولائی 1965ء میں حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کے الزام میں پکڑ دھکڑ کی ایک نئی مہم شروع ہوگئی' جس کے دوران سرکاری اعداد و شمار کے مطابق چھ ہزار اخوان گرفتار کر لیے گئے۔ غیر سرکاری اطلاع کے مطابق یہ تعداد پچاس ہزار تک بیان کی گئی ہے جس میں سات آٹھ سو خواتین بھی شامل تھیں۔ جمال عبدالناصر نے رُوس میں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ اخوان نے میرے قتل کی سازش کی ہے۔ میں نے پہلے ان کو معاف کر دیا تھا' لیکن اب معاف نہیں کروں گا۔ حسن الھضیبی بھی دوبارہ گرفتار کر لیے گئے اور اُن کو تین سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ جس کی تاب نہ لا کر وہ 8 نومبر 1965ء کو شہید ہو گئے۔ (حسن الھضیبی کے حالات گزشتہ شمارے میں پیش کیے جا چکے ہیں۔)

سید قطب شہید کے حالاتِ زندگی

اس مرتبہ جو لوگ گرفتار کیے گئے تھے' اُن میں سب سے ممتاز شخصیت سید قُطب (1906-1966ء) کی تھی جو نہ صرف اخوان کے حلقے کے' بلکہ اپنے زمانے میں مصر کے سب سے بڑے اسلامی مفکر اور ادیب تھے۔ آپ 1906ء میں قصبہ موشیہ کی ایک معزز شخصیت کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء و اجداد صدیوں پہلے جزیرۃ العرب سے ہجرت کر کے مصر میں آباد ہوئے تھے۔ آپ کے والد حاجی ابراہیم قطب متوسط درجے کے زمیندار تھے جن کا زیادہ وقت عبادت اور ذکر الٰہی میں گزرتا تھا۔ آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ حسین اپنی دین داری اور قرآن سے طبعی رغبت کے سبب قطب خاندان میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ قرآن مجید سے آپ کی والدہ کی والہانہ محبت نے آپ کی شخصیت و سیرت بنانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ آپ پیدائشی ذہین و فطین اور قوتِ حافظہ کی بے پناہ خوبیاں رکھتے تھے۔ چنانچہ اوائل عمر ہی میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسے سے حاصل کی۔ ثانوی تعلیم کے لیے حلوان (فسطاط کی ایک قریبی بستی) کے ''دارالعلوم تجھیزیہ'' میں داخلہ لیا۔ اُس زمانے میں آپ کے والدین موشیہ سے حلوان منتقل ہو گئے تھے۔ آپ نے وہیں سے 1929ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1933ء میں قاہرہ یونیورسٹی سے گریجویشن کیا اور اُسی سال ایجوکیشن میں ڈپلومہ لے کر آپ دارالعلوم ہی میں پروفیسر مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے۔ 1933ء سے 1948ء تک آپ ماہر تعلیم' بلند پایہ انشاپرداز' شاعر' افسانہ نویس' ادیب' محقق اور تنقید نگار کی حیثیت سے مصر کے بلند پایہ علمی و ادبی حلقوں میں اپنا مقام پیدا کر چکے تھے۔ 1948ء میں آپ سرکاری وظیفے پر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے امریکا گئے۔ امریکا میں آپ کا قیام تقریباً ڈھائی سال رہا۔ امریکا سے واپسی پر آپ نے برطانیہ' اٹلی' سوئٹزرلینڈ اور سپین کا مطالعاتی دورہ کیا۔

> سید قطب امریکہ میں تھے کہ اخوان المسلمون کے مرشد عام حسن البناء کی شہادت کا واقعہ پیش آیا' جس پر امریکہ میں بے پناہ خوشیاں منائی گئیں۔ اس سے متاثر ہو کر آپ اخوان میں شامل ہو گئے

اخوان المسلمون میں شرکت

آپ امریکا ہی میں تھے کہ اخوان المسلمون کے مرشدِ عام حسن البناء کی شہادت کا واقعہ پیش آیا' جس پر امریکا میں بے پناہ خوشیاں منائی گئیں۔ اس سے متاثر ہو کر آپ اخوان میں شامل ہو گئے۔ 1953ء میں آپ نے محکمہ تعلیم کی ملازمت چھوڑ دی اور خود کو اخوان کے لیے وقف کر دیا۔ وہاں روزنامہ ''المسلمون'' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ پھر شعبۂ نشر و اشاعت کے سیکرٹری مامور ہوئے۔ یہ نازک ذمہ داری آپ کے کندھوں پر اُس وقت ڈالی گئی' جب اخوان اپنی تاریخ کے سنگین ترین بحران سے گزر رہے تھے۔ جمال عبدالناصر کی انقلابی کونسل اور اخوان میں چپقلش کا آغاز ہو چکا تھا۔ ان حالات میں آپ روزنامہ ''المسلمون'' کے صفحات پر انقلابی کونسل کے عزائم کے بارے میں بے لاگ تبصرے اور تنقید کر کے عوام کو فوجی جنتا کے اصل کردار سے آگاہ کرتے رہے۔

آخر کار وہی ہوا جس کی نشان دہی سید قطب کے مضامین کرتے رہے تھے۔ ناصر نے کیمونسٹوں اور جنرل نجیب سے فارغ ہو کر اخوان پر پابندی لگا دی۔ بے شمار لیڈروں اور کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا' جن میں سید قطب بھی شامل تھے۔ آپ کا جرم صرف یہ تھا کہ آپ انقلابی کونسل پر تنقید کرتے تھے اور آپ کی کتب کے مطالعے سے نوجوانوں میں اسلامی روح بیدار ہو رہی تھی اور اس کے اثرات بہت جلد مصری سوسائٹی پر ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ گرفتاری کے وقت آپ شدید بخار میں مبتلا تھے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ آپ کو ہتھکڑیاں پہنا کر گھر سے جیل تک لایا گیا۔ مولانا خلیل احمد حامدی ہفت روزہ ''الشہاب'' کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

''فوجی افسر جب سید قطب کو گرفتار کرنے کے لیے اُن کے گھر میں داخل ہوئے تو سید اُس وقت انتہائی شدید بخار میں مبتلا تھے۔ انہیں اسی حالت میں پابند سلاسل کر لیا گیا' اور پیدل جیل تک لے جایا گیا۔ راستے میں شدتِ کرب کی وجہ سے بے ہوش ہو کر اللہ اکبر واللہ الحمد کے نعرے جاری ہوتے۔ انہیں جب جبن حربی (فوجی جیل) میں داخل کیا گیا تو جیل کے دروازے پر اُن کی ملاقات جیل کے کمانڈر اور خفیہ پولیس کے افسروں سے ہوئی۔ جونہی سید قطب نے جیل کے اندر قدم رکھا تو جیل کے کارندے اُن پر ٹوٹ پڑے اور پورے دو گھنٹے زدوکوب کرتے رہے۔ جیل کے اندر اُن پر ایک سدھایا ہوا گرگ نما فوجی کتا بھی چھوڑ گیا جو اُن کی ران منہ میں لے کر اِدھر اُدھر گھسیٹتا رہا۔ اس تمہیدی کارروائی کے بعد انہیں ایک کوٹھڑی میں لے جایا گیا اور اُن سے سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا جو مسلسل سات گھنٹے تک جاری رہا۔ سید قطب کی جسمانی طاقت اگرچہ جواب دے چکی تھی' مگر قلبی حرارت اور سکون و صبر کی طاقت نے انہیں چٹان میں تبدیل کر دیا۔ اُن کو طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں۔ مگر وہ اللہ اکبر واللہ الحمد کے سرور جاودانی میں مستغرق رہے۔ رات کو جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں ڈال دیئے جاتے اور صبح کے وقت بلاناغہ انہیں پریڈ کروائی جاتی۔ ان مشقتوں کا نتیجہ یہ نکلا

کہ وہ متعدد بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ 3 مئی 1955ء کو انہیں فوجی ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ اُس وقت موصوف امراض سینہ ضعفِ قلب جوڑوں کے درد اور اسی نوعیت کی دوسری بیماریوں میں مبتلا تھے۔

جولائی 1955ء میں ایک خصوصی فوجی ٹریبونل کے ذریعے آپ پر بغاوت اور تشدد کے مختلف الزامات کے تحت مقدمہ چلا کر پندرہ برس کی قید کا حکم سنایا گیا۔ جیل میں آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ کتب کے مسودے کسی نہ کسی طریقے سے جیل سے باہر رفقاء کو پہنچ جاتے۔ وہ ان کی اشاعت وطباعت کا بندوبست کرتے تھے۔ قرآن مجید کی مایہ ناز تفسیر ''فی ظلال القرآن'' آپ نے جیل ہی میں مکمل کی تھی۔ آخری کتاب ''المعالم فی الطریق'' بھی آپ نے جیل میں مکمل کی۔

دس سال بعد آپ کو عراق کے صدر عبدالسلام عارف کی ذاتی سفارش پر اگست 1964ء میں رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد آپ کو عراقی وزارتِ تعلیم کی طرف سے ایک اعلیٰ منصب کی پیش کش کی گئی۔ سید قطب نے عمر تلمسانی سے مشورہ کیا۔ بقول عُمر تلمسانی:

''میں نے انہیں مشورہ دیا کہ پیش کش قبول کر لیں اور عراق چلے جائیں۔ انقلابیوں کے بُرے عزائم نظر آرہے تھے اور میں سید شہید کی زندگی کو خطرے میں دیکھ رہا تھا۔ میرے مشورے کے باوجود سید قطب نے فیصلہ کیا کہ اپنی رائے اور عالمانہ فکر کا دفاع کرنے کے لیے مصر ہی میں رہنا چاہیے''

مقدمے کی کارروائی

رسوائے زمانہ سیکورٹی پولیس اور سرکاری ''سوشلسٹ یونین'' کے غنڈے مسلسل آپ کے تعاقب میں رہتے۔ ابھی آپ کو رہا ہوئے ایک سال ہی ہوا تھا کہ امریکی اور روسی حکومت کے اشارے پر دوبارہ گرفتار کر لیے گئے۔ گرفتاری کی وجہ ایک مقالہ بتائی گئی' جس میں سرمایہ داری' سوشلزم اور مارکسزم کی ناکامی کا ماتم کیا گیا تھا' اور اُن کے مقابلے میں اسلام کو ایک برتر اور قابلِ عمل قوت قرار دیا گیا تھا' لیکن فردِ جرم میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا: تشدد' بم سازی' جمال عبدالناصر اور دوسری اہم شخصیات کے قتل کی سازش' اور دوسرے بے جا الزامات۔

مصری وکلاء میں سے کسی کی یہ جرأت نہیں تھی کہ اس ''باغی'' کے مقدمے کی پیروی کے لیے اپنے آپ کو پیش کرے۔ سوڈان اور مراکش کے وکلاء' فرانس کی بار ایسوسی ایشن کے صدر ولیم تھارپ' بیگ کے مشہور وکیل جے ایم ویناڈل نے سید قطب اور اُن کے ساتھیوں کے مقدمے کی پیروی کے لیے درخواستیں دیں' جو رد کر دی گئیں۔ سوڈان کے دو وکیل کسی نہ کسی طرح مقدمے کی پیروی کے لیے قاہرہ پہنچ گئے۔ انہیں زبردستی قاہرہ سے نکال دیا گیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نمائندے مسٹر آرچر نے مصر کا دورہ کر کے اُن مظالم کے خلاف عالمی ضمیر اور رائے عامہ کو جھنجوڑا' جو اخوانیوں پر جیلوں میں کیے جا رہے تھے۔

گرفتاری سے لے کر مقدمے کی ساعت تک مصری حکمرانوں نے تہذیب اور شائستگی کی تمام حدود پھلانگ کر جس طرح آپ کو تشدد اور تعذیب کا نشانہ بنایا اور وحشیانہ سلوک آپ کے ساتھ روا رکھا' اُس کے آگے جرمن نازیوں کے مظالم کی داستانیں ہیچ نظر آتی ہیں۔

مقدمے کی کارروائی کے دوران سید قطب نے یہ جانتے ہوئے کہ فیصلہ اُن کے خلاف ہوگا' نہایت سکون اور مدلل انداز سے خطاب کیا۔ آپ کے جیل کے ایک ساتھی احمد رائف مصری کے الفاظ میں:۔

> پھانسی کی رات سید قطب کو پیشکش کی گئی کہ اگر وہ اقرار کر لیں کہ اخوان کا تعلق مصر سے باہر کہیں ہے' انہیں خرابیٔ صحت کے بہانے رہا کر دیا جائے گا۔ انہوں نے یہ پیش کش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اگلی صبح وہ تختہ دار کی طرف اس طرح بڑھے جیسے کوئی دولہا اپنی دلہن کو لینے چلا ہو

''سید قطب نے انتہائی کمزوری اور اعصابی ضعف کے باوجود کرنل وجودی کے سامنے کھل کر اظہار خیال کیا اور جو اُن کے دل میں تھا' اُسے زبان پر لے آئے۔ اُس وقت مصری پریس کے مختلف نمائندے بھی موجود تھے۔ اُس دور کے مصری پریس کے بارے میں اگر ہلکے سے ہلکے لفظ بھی استعمال کریں تو کہا جائے' کہ وہ کرایے کا ٹٹو پریس تھا۔ سید قطب نے کرنل وجودی اور ضمیر فروش پریس کے سامنے اُس وحشیانہ تعذیب و تشدد کی داستانیں سنائیں' جن کا نشانہ اخوان المسلمون کے ملزموں کو بنایا گیا تھا۔ کمرۂ عدالت میں سید قطب کے بیانات کا ردِعمل مضحکہ خیز قہقہوں اور تشفی آمیز نظروں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس ردِعمل میں جج بھی شامل تھا اور خفیہ ایجنسیوں کے جلاد اور مچھ گیر اور کرایے کے نعرے باز حاضرین بھی۔ سید نے باوجود اس بات کے کہ وہ ان لوگوں کے عزائم اور اپنے انجام کو بخوبی جان چکے تھے' اپنی بات بے کم وکاست کہہ ڈالی' اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اُن کی ذات پر جیل میں جو کچھ گزری' اُس کا انہوں نے اشارہ تک نہ کیا' بلکہ دوسرے اخوانیوں پر جو مظالم توڑے گئے' اُن کی شکایت کی۔''

نام نہاد فوجی ٹریبونل نے مختصر ترین کارروائی کر کے 19 اگست 1966ء کو دوسرے دو اخوانی رہنماؤں یوسف حواش اور اسماعیل عبدالفتاح کے ہمراہ موت کی سزا سنائی۔ سزا کا حکم سن کر سید قطب زیرلب مسکرائے اور فرمایا:

''مجھے معلوم تھا کہ اس مرتبہ جمال عبدالناصر کی حکومت میرے سر کی طالب ہے۔ مجھے نہ اس کا افسوس ہے اور نہ اپنی موت کا رنج' بلکہ میں اس پر خوش ہوں کہ اپنے مقصد کے لیے جان دے رہا ہوں۔ اس امر کا فیصلہ مستقبل کا مورخ کرے گا کہ اخوان راہِ راست پر تھے یا حکومت''

پھانسی کی رات حمزہ لبیونی نے حمیدہ قطب کو' جو خود بھی جیل میں تھیں' بلایا اور پھانسی کے احکامات دے کر کہا: ''سید قطب اگر اس بات کا اقرار کریں کہ اخوان کا تعلق مصر سے باہر کہیں اور ہے۔ پھر انہیں خرابی صحت کے بہانے رہا کر دیا جائے گا۔'' چنانچہ اِس سلسلے میں حمیدہ قطب کی سید قطب سے ملاقات کرائی گئی۔ حمیدہ نے اپنے اور حمزہ کے درمیان ہونے والی گفتگو سید قطب کو سنائی۔ حمیدہ کے الفاظ میں:۔

''بھائی نے پوچھا' کیا تم اس پر خوش ہوگی۔ میں کہا کہ نہیں۔ وہ بولے نفع و نقصان لوگوں کے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے' بلکہ عمریں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ لوگ میری عمر گھٹانے یا بڑھانے کا فیصلہ نہیں کر سکتے' کیونکہ یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہی تمام چیزوں پر قادر ومحیط ہے۔''

پھانسی کے وقت کے تاثرات بیان کرتے ہوئے بی بی سی کا نمائندہ مقیم قاہرہ' کہتا ہے کہ ''سید قطب تختۂ دار کی طرف اس طرح بڑھے جیسے کوئی دولہا اپنی دلہن کو لینے چلا ہو'' اس سزا کے خلاف عالمِ اسلام میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ جمال عبدالناصر کے نام دنیا کے کونے کونے سے اسلام' انسانیت اور انصاف کے نام پر معافی کی اپیلیں کی گئیں۔ ہزاروں کی تعداد میں تار روانہ کیے گئے' لیکن بزدل ناصر کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ اچانک 29 اگست 1966ء کو دوپہر کے وقت قاہرہ ریڈیو نے اپنی نشریات روک کر اعلان کیا: ''فرعون مصر کے حکم سے اخوان المسلمون کے تین رہنماؤں کو آج فجر کے وقت پھانسی دے دی گئی۔''

(جاری ہے)

بقیہ: عورت کی قدر و قیمت

عریانی وفحاشی کی تشہیر ان سب کا مقصد عورتوں کو گمراہ کر کے دجالی فتنہ کا شکار بنانا ہے۔ حضور پاک ﷺ کی یہ حدیث ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے کہ دجال کی پیروکار زیادہ تر عورتیں ہی ہوں گی۔ چنانچہ ہوشیار رہو اور اپنے رب کی پیاری ہی رہو مغضوب نہ بنو۔ اسی میں آپ کی بھلائی ہے۔

زلزلہ آخر کیوں نہ آتا؟

مراسلہ: احسان اللہ مروت

ذرا سوچیے، کہیں ہم نے ٹی وی، اخبارات، ڈش، کیبل، سی ڈیز کے ذریعے گندے مناظر کو عام کر کے، شرم و حیا کا جنازہ نکال کر اللہ کے غضب کو دعوت تو نہیں دی؟

پاکستان بھر میں 3 رمضان المبارک /18 اکتوبر کو دن بھر 7.6 کی رفتار سے زلزلے کے پے در پے جھٹکے لگتے رہے جس کے نتیجے میں بے شمار مکان اور مکین اجڑ گئے۔ میڈیا اس کے فنی وجوہات پر روشنی ڈال کر عہدہ برآں ہو گیا حکومت نے امدادی کاروائیوں کا ڈھنڈورا پیٹ کر تمغہ اپنے سینے پر سجانے کی کوشش کی اور اپوزیشن حسب روایت حکومتی اقدامات پر تنقید کر کے اپنا فرض منصبی ادا کرتی رہی۔ مگر کیا کسی نے سوچا کہ ان زلزلوں کی وجوہات کیا ہیں؟

ہمارے ہادی اور رہبر سیدنا محمد ﷺ کی رہنمائی کے مطابق آسمانی اور زمینی آفتیں ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہیں۔ من حیث القوم ہمارے وہ کون سے جرائم ہیں جن کی پاداش میں ہمیں پیدا کرنے والے اور ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے اللہ تعالیٰ نے ہم پر غضب اور غصہ فرمایا یہ بھی اُس کی مہربانی ہے کہ اُس نے ہمیں سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع عطا فرمایا۔

ذرا سوچیے، کیا ہم نے

☆ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کو چھوڑ کر کافروں اور اللہ کے باغیوں کے قانون کو نافذ کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض تو نہیں کر دیا۔

"جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی کافر ہیں...... ظالم ہیں...... فاسق ہیں"۔ (المائدہ 44,45,47)

☆ ٹی وی، اخبارات، ڈش، کیبل، سی ڈیز کے ذریعے گندے مناظر کو عام کر کے شرم و حیا اور غیرت و حمیت کا جنازہ نکال کر اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت تو نہیں دی۔

"جو لوگ اہل ایمان میں فحاشی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔" (النور:19)

☆ کافروں کا ساتھی بن کر افغانستان میں مخلصین، مجاہدین مسلمانوں کا قتل عام کروا کے، کافروں کے فوجیوں کی میزبانی کر کے، انہیں ایئر بیسز فراہم کر کے، ان کے لیے جاسوسی کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق تو نہیں ٹھہرے۔

"اگر تمام اہل آسمان اور اہل زمین ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔" (الحدیث)

☆ پورے ملک سے 700 سے زائد مجاہدین کو چن چن کر گرفتار کرنے، اللہ کے پیاروں کی تذلیل کرنے اور انہیں تشدد کا نشانہ بنا کر امریکہ کے حوالے کرنے کے بعد وقت کے فرعون سے یہ سرٹیفکیٹ کہ "پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم سے بھی زیادہ کردار ادا کیا" حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی عظمت، ہیبت، جلالت اور عزت کو جوش تو نہیں دلایا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اے کعبہ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے، اللہ کے نزدیک ایک مومن کی عزت، مال اور خون کی حرمت تجھ سے زیادہ عظمت والی ہے۔" (ابن ماجہ کتاب الفتن 3922)

☆ سود جیسی لعنت کو اپنے معاشی نظام کی بنیاد قرار دے کر سارے مالیاتی ادارے اور بینک اس پر چلا رہے ہیں جبکہ سود میں ملوث فرد ایسا ہو جاتا ہے جیسے شیطان نے اسے چھو کر پاگل کر دیا ہو۔

"اگر تم ایسا نہیں کرو گے (سود کو نہیں چھوڑو گے) تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔" (البقرۃ 279)

☆ معاشرے میں ہر قسم کی برائیوں (شراب، زنا، جوا، بے پردگی، تصاویر وغیرہ) اور انفرادی و اجتماعی گناہوں (جھوٹ، غیبت، بدگمانی، استھزا، تمسخر وغیرہ) کو عام کر کے ہم نے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق تو نہیں بنا لیا۔

"ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ نے فرمایا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں تشریف لائے اور فرمایا: "لا الہ الا اللہ" عربوں کے شر کی وجہ سے ہلاکت قریب آ گئی ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا حصہ کھول دیا گیا ہے اور پھر آپؐ نے اپنے انگوٹھے اور انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا"۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہمارے اندر نیک لوگ بھی ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جب برائی عام ہو جائے۔" (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میری ساری امت کو معاف کر دیا جائے گا، سوائے ان کے جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔" (بخاری)

☆ لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ دیا ہے اور ہر کوئی اوروں سے کیا تجھے اپنی نبیڑ تو کے فارمولے پر عمل کر رہا ہے۔ اللہ کے احکامات کو اپنی آنکھوں کے سامنے ٹوٹتے دیکھ کر ٹس سے مس نہیں ہوتے کیا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سے روٹھ تو نہیں گیا؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ ضرور نیکی کا حکم کرو، ضرور برائی سے روکو، ضرور ظالم کو پکڑو، ان کو زبردستی حق کی طرف موڑ دو اور ان کو حق پر مجبور کر دو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب کے دلوں کو یکساں کر دے گا پھر تم پر لعنت کرے گا جیسے ان (بنی اسرائیل) پر لعنت کی"۔ (ابوداؤد)

☆ امریکہ کی نوکری اور چاکری کرتے ہوئے وزیرستان میں مجاہدین کے خلاف آپریشن کر کے، ایک لاکھ سے زائد آرمی کو اس صلیبی جنگ میں جھونک کر، عرب کے شہزادوں، نبی کریم ﷺ کے پیاروں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولادوں کے جسموں اور دلوں کو زخمی کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم تو نہیں کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے نبی ﷺ منافقوں کو بشارت سنا دو کہ ان کے لیے تکلیف دہ عذاب تیار ہے، جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کہ ان سے عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں (یاد رکھو) عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے"۔ (النساء 189-138)

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ جب بھی عذاب اور غضب کا فیصلہ کرتے ہیں تو وہ صرف انہی لوگوں پر ہی نہیں آتا جو اپنی بداعمالیوں کے باعث عذاب کے مستحق ہوتے ہیں بلکہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر عذاب نازل کرتے ہیں تو عذاب ان سب لوگوں پر آتا ہے جو اس قوم میں شامل ہوتے ہیں پھر (قیامت میں البتہ) ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جائے گا۔" (بخاری و مسلم)

لہٰذا توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو منانا اور گناہوں کو چھوڑنا ہو گا۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی کے برسنے میں دیر نہیں۔

عورت کی قدر و قیمت

اہلیہ انصار احمد

جو چیز انسان کو جتنی خوبصورت اور قیمتی لگتی ہے' جتنی اسے محبوب ہوتی ہے' وہ اس کی اتنی ہی حفاظت کرتا ہے' اسے غیروں کی نگاہوں سے بچاتا ہے۔ اگر کسی عورت کو اپنا کوئی زیور کپڑے یا کوئی چیز اچھی لگتی ہے' تو وہ اسے سب سے چھپاتی' اور اس کی خوب حفاظت کرتی ہے۔ کوئی نیا کپڑا لاتی ہے یا سلواتی ہے' تو کسی کو بھی نہیں دکھاتی۔ سوائے اپنی ماں بہنوں کے یا اعتماد کے لوگوں کے' گویا یہ بات واضح ہے کہ جو چیز جتنی "محبوب" ہو اسے اتنا ہی چھپایا جاتا ہے' خاص طور پر ایسے لوگوں سے جن سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

بہنو! سوچیے کہ ہم رب کریم کی کتنی محبوب اور خوبصورت مخلوق ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے ہاتھوں سے بنایا' سنوارا' بہترین ساخت دی' احسن التقویم میں بھی اسے احسن رکھا۔ اللہ کی تمام مخلوق میں خوبصورت' پھولوں سے زیادہ نازک اور حسین' موتی اور ہیروں سے زیادہ یہ قیمتی مخلوق اللہ کی نگاہ میں کیا قدر و قیمت رکھتی ہے' اس کا اندازہ ان احکامات سے ہوتا ہے جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے پردے کے ضمن میں اور عورت کے حقوق کے سلسلے میں نازل فرمائے ہیں۔ اللہ نے عورت کے لیے جو پردے کے احکامات دیئے ہیں ان کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی یہ محبوب مخلوق کہیں رُل نہ جائے۔ ہر کس و ناکس کے سامنے آنے سے اس کا گوہر عصمت پامال نہ ہو جائے۔ کہیں کسی کی بدنظری اس کی معصومیت کو نہ چاٹ جائے۔

اللہ اپنی اس محبوب اور قیمتی مخلوق کو صرف ان لوگوں کے سامنے آنے کی اجازت دیتا ہے' جن سے اسے کوئی خطرہ نہیں۔ باپ بھائی' دادا' نانا' چچا' ماموں' شوہر اور بیٹوں کی شکل میں ایسے پاکیزہ اور خوبصورت رشتے عطا کیے ہیں' جو نہ صرف اس سے محبت کرتے ہیں' اس کے ناز اٹھاتے ہیں بلکہ اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ جیسے ہم اپنی قیمتی اور محبوب چیز کی حفاظت کرتے ہیں اور اسے ہر ایک کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ یاد رکھیں! انسان اُس چیز کی حفاظت کرتا ہے جو اسے محبوب ہو' چاہے قیمتی ہو یا نہ ہو۔ بعض اوقات قیمتی چیز بھی اگر دل سے اتر جائے تو وہ الماری کی زینت بننے کے بجائے کسی بھی ایرے غیرے کے حوالے کر دی جاتی ہے۔ ماں کو اپنا بچہ محبوب ہوتا ہے جبھی تو وہ اسے سینے سے لگا کر رکھتی ہے اور اس کا پورا خیال رکھتی ہے' اس کی حفاظت کرتی ہے اور اسے کسی ایسی جگہ یا شخص کے پاس نہیں جانے دیتی جہاں اسے ذرا بھی خطرہ ہو۔

اللہ نے اپنی اس "محبوب" مخلوق کے حقوق بیان فرمائے' جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ واقعی اہمیت رکھتی ہے۔ سب سے پہلے مرد اللہ کے نام کا عہد لے کر اسے قبول کرتا ہے۔ نکاح کے خطبے میں بار بار "واتقوا اللّٰہ" کہہ کر مرد کو اس بات کا احساس دلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے حضور اس کے بارے میں جواب دہ ہے۔ پھر مہر کی رقم تحفتاً اور اعزازاً اس کا حق ہے۔ پھر نان و نفقہ اور اس کی جائز ضروریات کا ذمہ دار مرد کو ٹھہرایا ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان محبت و الفت پیدا فرمائی اور مردوں کو عورتوں کے ساتھ نیکی اور احسان کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء:19) "ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو" اور آگے فرماتے ہیں کہ اگر وہ تمہیں ناپسند ہیں (تو بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو) کیونکہ اللہ نے ان میں تمہارے لیے خیر بھی رکھا ہے۔ اس کے علاوہ احادیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے عملاً وقولاً بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اللہ نے اپنی اس نازک مخلوق پر کمانے کا بوجھ نہیں رکھا۔ باہر کے کام جو حقیقتاً تکلیف دہ اور سخت ہوتے ہیں ان سے اُسے آزاد رکھا ہے' لیکن ناجائز قدغن بھی نہیں لگائی۔ ضرورت کے تحت نکلنے یا ماں باپ اور محرم رشتہ داروں کے گھر جانے پر پابندی نہیں لگائی۔ شوہر کی اجازت کی پابندی ضرور لگائی ہے (مگر شوہر کو اجازت نہیں دی کہ وہ بلاوجہ روک ٹوک کرے' بلکہ شوہر اس کی دل جوئی اور جائز تفریح کو پورا کرنے کا ذمہ دار ہے) یہ سب احکام اور حقوق اِس لیے ہیں کہ یہ قیمتی مخلوق کہیں غلط ہاتھوں میں نہ پڑ جائے۔

یاد رکھیں! نگینہ انگوٹھی ہی میں سجتا ہے۔ قیمتی اور خوبصورت ہیرے کو اگر یونہی چھوڑ دیا جائے تو یا تو اسے کوئی چور اچکا لے جائے گا' یا پھر وہ اِدھر اُدھر رُل کر اپنی چمک اور آب و تاب کھو دے گا۔ چنانچہ اے عورت! اپنی قدر و قیمت پہچان' جو تیرے خالق کے نظر میں تیری ہے۔ تو اللہ کی بہت خوبصورت اور محبوب مخلوق ہے۔ اسی لیے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تجھے ہر کس و ناکس کی اچھی بری نگاہ سے بچنے کا حکم دیا ہے تاکہ تو محفوظ اور قیمتی رہے۔ کوئی تیری طرف برے ارادے سے آنکھ بھی نہ اٹھائے۔ ماں کے روپ میں جو تیرا مقام و مرتبہ ہے اس کا کیا کہنا' تجھے "باپ" سے تین درجے اونچا رکھا' تیرے قدموں تلے اولاد کی جنت رکھی۔ کیا اب بھی تجھے اپنے مقام و مرتبہ پر کوئی شبہ ہے؟ خود کو "احسن تقویم" کے درجہ سے گرا کر تو کیوں "اسفل السافلین" بننا چاہتی ہے؟

یہ سب سے محبوب' قیمتی اور خوبصورت مخلوق' اس وقت بدترین بن جاتی ہے جب یہ بے پردہ' چست اور عریاں لباس میں گھر سے باہر نکلتی ہے یا نامحرم کے سامنے آتی ہے۔ اس وقت وہ اس رب کریم و رحیم کی لعنت کی مستحق ٹھہرتی ہے اور فرشتے بھی اس پر لعنت کرتے ہیں۔ گویا وہ محبوب سے مغضوب بن جاتی ہے' چاہے پوری دنیا اس کی تعریف کرے مگر وہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ اور بری ہوتی ہے "العیاذ باللہ"۔ اللہ تعالیٰ نہ اس سے اس دنیا میں خوش ہوتے ہیں اور نہ ہی آخر میں نظرِ رحمت کریں گے۔ وہ جنت کی خوشبو تک سے محروم کر دی جائے گی۔ اور جہنم اسے خوش آمدید کہنے کے لیے بھڑکے گی' جس کی چنگھاڑ وہ دور ہی سے سنے گی' مگر اس وقت اس سے بچنے کی کوئی سبیل نہ ہوگی۔

بہنو! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور وقتی زینت و زیبائش اور فیشن کے پیچھے اپنے "محبوب" رب کو ناراض نہ کرو۔ اس کے احکامات کو پامال نہ کرو اگر تم اس کو محبوب رکھو گی' تو اس کی بھی محبوب بن جاؤ گی' ورنہ مغضوب بننا مقدر ٹھہرے گا۔ یاد رکھیے اس وقت "دجالی" فتنہ عروج پر ہے۔ یہ نت نئے فیشن' عورت کے نام نہاد حقوق کی دہائی اور

(باقی صفحہ 9 پر)

> حضور ﷺ کی یہ حدیث' ہمیں پیش نظر رکھنی چاہئے کہ دجال کی پیروکار زیادہ تر عورتیں ہی ہوں گی۔ یاد رکھیے' اس وقت دجالی فتنہ عروج پر ہے۔ یہ نت نئے فیشن' عورت کے نام نہاد حقوق کی دہائی کا مقصد عورتوں کو گمراہ کرنا ہے

یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں   میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

مجھے احساس ہوا کہ والد صاحب ان دنوں کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آتے تھے۔ اب وہ کسی طرح ڈبائی سے نکل کر علی گڑھ پہنچنے کی تدبیر کرنے کی فکر میں تھے۔ علی گڑھ میں میری سوتیلی والدہ (اور اُن کے لڑکے) اپنے میکے میں تھیں۔ ایک روز والد صاحب نے منصوبہ بنایا کہ عام راستہ یعنی سڑک کی بجائے کھیتوں میں سے ہوتے ہوئے کسی طرح ڈبائی کے اسٹیشن تک پہنچ جائیں۔ ہمارے گھر سے اسٹیشن ڈھائی میل سے کم نہ ہوگا۔ یہ نہایت خطرناک منصوبہ تھا' اگر والد صاحب اس پر عمل کرتے تو ہماری لاشیں تک نہ ملتیں (اس لئے کہ کھیتوں میں ہندو ہی ہندو تھے) اور پھر آپ کا یہ خادم ''یادوں کی تسبیح'' سنانے کے لیے موجود نہ ہوتا! کسی رشتہ دار کو اس کی خبر ہوگئی اور اُس نے اس منصوبہ کے خطرناک مضمرات سمجھا کر والد صاحب کو اسے ترک کرنے پر آمادہ کرلیا۔

ڈبائی میں مسلسل کرفیو لگا ہوا تھا۔ والد صاحب کو پتہ چلا کہ قریبی گاؤں قادری باغ کے بڑے پیر جی (جو علاقہ میں بہت بااثر تھے) اور اُن کے خاندان کے تمام افراد دو بسوں میں سوار ہوکر قادری باغ سے علی گڑھ جا رہے ہیں۔ پولیس کی سکیورٹی گارڈ ساتھ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بسیں کچھ دیر کے لئے محلّہ شاہ ولایت' ہمارے عزیزوں کے ہاں رکیں گی۔ ہمارے والد صاحب نے پروگرام بنایا کہ کسی طرح ان بسوں کے ذریعہ ڈبائی سے نکلا جائے' لیکن کرفیو لگا ہوا تھا۔ محلّہ شاہ ولایت پہنچنا آسان نہ تھا۔ وہاں پہنچنے کے لئے ہمارے محلّہ قاضی خیل کے بعد مسلمانوں کا ایک محلّہ چودھری خیل اور پھر چند گلیاں ہندوؤں کے محلّہ کی پڑتی تھیں۔ کرفیو کے ہوتے ہوئے وہاں پہنچنا اور بھی خطرناک تھا۔ لیکن والد صاحب نے ہمت کرلی۔ ہمت مرداں مدد خدا! فوجی جوانوں سے بچتے بچاتے' گلیوں میں چھپتے چھپاتے ہم محلّہ چودھری خیل تک تو پہنچ گئے۔ اب ہندوؤں کی دو گلیاں پار کرنا تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بھی ساتھ خیریت کے پار کرادیں اور ہم محلّہ شاہ ولایت پہنچ گئے۔ بسیں دونوں خالی تھیں۔ ایک بس خواتین کی تھی اور دوسری مردوں کے لئے۔ سب لوگ اندر مکان میں گئے ہوئے تھے۔ والد صاحب نے یہ کیا کہ چپکے سے ہمیں خواتین والی بس میں بٹھا دیا اور سمجھا دیا کہ علی گڑھ میں کتے کی قبر (یہ واقعی ایک نواب صاحب کے کتے کی سنگ مرمر کی قبر ہے اور عین بڑی شاہراہ پر واقع ہے) کے پاس اتر کر سیدھے قاضی پاڑہ ماموں کے ہاں چلے جانا——ہم بس میں بیٹھ تو گئے لیکن جب خواتین سوار ہوئیں تو انہوں نے شور مچا دیا کہ یہ لڑکا یہاں کیسے! نکالو اس کو یہاں سے۔ اور ہم خاموشی سے بھیگی بلی بلکہ بھیگا بلا بنے بیٹھے رہے۔ حالات ہی خراب تھے۔ بس کو جانے کی جلدی تھی' عورتوں کا ''کہرام'' برپا ہی تھا کہ بس چل دی اور ہم سر جھکائے دعائیں پڑھتے رہے۔ راستے میں جگہ جگہ ہندوؤں کی مسلح ٹولیاں کھڑی تھیں۔ انہوں نے بسوں کو روکنا چاہا تاکہ ''مسلوں'' (مسلمانوں) کی تکا بوٹی کرڈالیں لیکن مسلح گارڈ کو دیکھ کر کسی کو ہمت نہ پڑی اور ہم بخیریت علی گڑھ پہنچ گئے۔ ''کتے کی قبر'' کے پاس جب میں اترا تو دیکھا کہ والد صاحب بھی وہاں موجود ہیں۔ وہ بھی کسی نہ کسی طرح مردوں کی بس میں سوار ہو گئے تھے۔ پھر ہم دونوں ماموں کے گھر پہنچ گئے' والدہ صاحبہ پہلے سے وہیں تھیں۔

علی گڑھ میں امن وامان تھا۔ کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس کی ایک وجہ وہاں مسلم یونیورسٹی کا ہونا تھا۔ علی گڑھ میں ہندو مسلم فسادات ملکی اخبارات ہی میں نہیں بلکہ بیرونی اخبارات تک میں شائع ہو جاتے۔ حکومت یہ رسک (Risk) نہیں لینا چاہتی تھی' اس لئے امن تھا۔ لیکن اس کے باوجود علی گڑھ سے بہت سے خاندان پاکستان جا رہے تھے۔ والد صاحب پریشان تھے۔ پہلے انہوں نے سوچا کہ علی گڑھ سے بھوپال یا حیدرآباد (دکن) منتقل ہو جائیں کہ وہ مسلم ریاستیں ہیں' وہاں کوئی خطرہ نہ ہوگا لیکن کیا پتہ تھا کہ کچھ ہی عرصہ میں وہاں مسلم اقتدار ختم ہو جائے گا۔ لوگوں نے انہیں مشورہ دیا کہ اگر منتقل ہونا ہی ہے تو پاکستان منتقل ہو جاؤ۔ وہ اس پر سوچ ہی رہے تھے کہ چچا جان جو پاکستان منتقل ہو چکے تھے اور فوجی کالج سرائے عالمگیر (جہلم) میں استاد تھے' کا وہاں سے والد صاحب کے نام ایک مفصل خط موصول ہوا جس کا لب لباب یہ تھا کہ ہندوستان میں آئندہ مسلمانوں کے لئے حالات بہتر نہ رہیں گے' تم لوگ روز فسادات کی زد میں رہو گے اس لئے جلد از جلد پاکستان منتقل ہو جاؤ۔ ان کے اس خط کے بعد والد صاحب نے پاکستان منتقل ہونے کا حتمی فیصلہ کرلیا۔ ہمارے سوتیلے نانا' ماموں وغیرہ نے بھی اس فیصلہ کا ساتھ دیا۔

یہ نومبر 1947ء کا غالباً آخری عشرہ تھا۔ پھر کیا تھا' ضروری سامان جلدی جلدی پیک کیا گیا اور تیاریاں کی گئیں۔ مشرقی پنجاب میں شدید فسادات ہو رہے تھے' مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا تھا۔ پاکستان جانے کے لئے جو ٹرینیں وہاں سے ہوکر گزریں' ان میں تقریباً تمام مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ چنانچہ لاہور کے لئے یہ قریبی راستہ تو ہمارے لئے بند تھا۔ بمبئی کی طرف کا راستہ البتہ کھلا ہوا تھا اور پُرامن بھی تھا۔ والد صاحب نے کچھ عرصہ ابھی ہندوستان ہی میں رہنے کا فیصلہ کیا جبکہ ہم سب لوگ' والدہ اور ان کے میکے والے' بذریعہ ریل براستہ آگرہ بمبئی پہنچ گئے۔ وہاں مسلمانوں نے کمیٹی بنا کر پاکستان جانے والوں کی خدمت کے لئے بہترین انتظامات کر رکھے تھے۔ اُن کی رہائش' خورد ونوش' جہاز کے ٹکٹ خریدنا' اسٹیشن سے کیمپ اور پھر وہاں سے بندرگاہ تک پہنچانے کے لئے ٹرکوں کا مفت انتظام تھا۔ ہم جب بمبئی اسٹیشن پہنچے تو ہمیں بھی ٹرک کے ذریعہ ایک مسافر خانہ پہنچایا گیا جو غالباً حجاج کرام کے لئے بنایا گیا تھا۔ چند روز اس میں رہے' اس دوران کراچی کے لئے ہمارے ٹکٹ خرید لئے گئے۔ بمبئی کو ہم نے دیکھا' یہ تو دہلی سے بھی بڑا شہر معلوم ہوا۔ ہر طرف ملٹی اسٹوری بلڈنگیں تھیں۔ ہمارے تصور میں تو پہلے علی گڑھ سے بڑا شہر نہیں آتا تھا۔ پھر دہلی دیکھا' وہ حرف آخر تھا لیکن بمبئی تو اس سے بھی بڑا نکلا۔ مسافر خانہ میں ہمیں ہر طرح کی آسائش میسر تھی۔ وہاں جس طرح کے لیٹرین تھے' اُس طرح کا ہمیں پہلے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ پہلی بار جب ہم اس میں گئے تو فارغ ہوکر ہم نے دیکھا کہ اوپر لوہے کی ایک ٹینکی بنی ہے اور ایک زنجیر لٹکی ہوئی ہے۔ ہم سوچ میں پڑ گئے کہ یہ کیا ہے! کیوں ہے؟ یہی سوچتے ہوئے ہم نے زنجیر کو جو کھینچا تو ایک دم زور کی آواز کے ساتھ پانی بہنے لگا۔ ہم سمجھے سمندر کا سیلاب آ گیا ہے۔ دونوں ہاتھوں سے کمر بند پکڑے ہم فوراً وہاں سے نکل کر بھاگے۔ خیریت تھی آب دست لے چکے تھے۔ باہر آ کر اطمینان کا سانس لیا۔ اس طرح کے لیٹرین کا ہمارا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس کے بعد تو ہم عادی ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ ''دوارکا'' جہاز کراچی جارہا ہے۔ وقت مقررہ پر کمیٹی والوں نے ہمیں ٹرک کے ذریعے جہاز تک پہنچا دیا اور ہماری رقم سے خرید کردہ ٹکٹ ہمارے حوالے کر کے خدا حافظ کہا۔ جہاز نے سیٹی دی اور کراچی کے لئے روانہ ہوگیا۔ ہم نے ہندوستان کی سرزمین' اپنے وطن کی سرزمین کو الوداع کہا۔ یوں تو ہم اب اپنے اصلی وطن پاکستان کو جارہے تھے' مگر نہ جانے کیوں یہ سرزمین' جہاں ہمارا ڈبائی اور علی گڑھ تھا...... ماں' بہنوں اور آباء واجداد کی قبریں تھیں...... چھوڑتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آگئے۔

در و دیوار پر حسرت کی نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہلِ وطن' ہم تو سفر کرتے ہیں

سمندر کی لہروں سے کھیلتا ہوا ہمارا بحری جہاز ''دوارکا'' 12 دسمبر 1947ء کی صبح کراچی کی بندرگاہ کیماڑی پہنچا ــــ یہاں ہمارے استقبال کے لئے کسی کے آنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا' نئے اور اصلی وطن کی ہوائیں ہمارا استقبال کررہی تھیں ــــ میں اب اپنے اصل دیس میں آگیا' ہندوستان پیچھے رہ گیا۔ ماسٹر جوہری صاحب! دیکھ لیجیے یہ ہے میرا وطن۔ پاک سرزمین شاد باد' کشورِ حسین شاد باد ــــ لیجیے بندے ماترم کا ترانہ ختم ہوگیا۔ زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوگیا ــــ اللہ کی کبریائی کا دور شروع ہوگیا۔ اللہ سب سے بڑا ہے ــــ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ اکبر' اللہ اکبر ــــ کیماڑی کی کسی مسجد سے ظہر کی اذان سنائی دی۔ پاک سرزمین کی پہلی اذان سنی۔ ؎ ملا کی اذاں اور' مجاہد کی اذاں اور۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

حی علی الفلاح ــــ لوگو! دوڑو فلاح کی طرف اور دل میں جیسے ایک ولولہ مچلنے لگا:

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

دل نے ٹھوکا دیا ؎ اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے!

سرکاری طور پر یہ انتظام تھا کہ کیماڑی سے مہاجرین کو ٹرکوں میں سوار کر کے مہاجر کیمپوں میں پہنچایا جاتا تھا۔ چنانچہ ہمیں بھی رنچھوڑ لائن کے ایک اسکول پہنچایا گیا جو مہاجر کیمپ تھا۔ تمام کمرے اور برآمدے بھرے ہوئے تھے' کوئی جگہ نہ تھی۔ ہمیں صحن میں ایک شامیانہ کے اندر ٹھہرایا گیا۔ رات ہم نے وہیں بسر کی۔ صبح ایک عزیز کے ہاں' جن کا پتہ ہمارے پاس تھا' مکان ڈھونڈتے ڈھونڈتے پہنچے۔ وہ ایک فلیٹ میں رہ رہے تھے۔ ہم نے چاہا کہ ہماری رہائش کے سلسلہ میں کوئی رہنمائی کریں' مگر وہ بہت روکھے پن سے ملے۔ کچھ نفسا نفسی کا سا عالم دکھائی دیا۔ پاکستان میں یہ پہلا دھچکا تھا جو دل کو لگا۔ ہمارے ماموں کے سسرال کے لوگ دہلی سے ہجرت کر کے پہلے ہی کراچی آچکے تھے۔ اُن کے پتہ پر پہنچے اور عارضی طور پر وہیں منتقل ہوگئے۔ میری بہن شمیم (دوسری سوتیلی والدہ سے) بھی ساتھ تھی۔

ہم نے ہندوستان کی سرزمین کو الوداع کہا' مگر نہ جانے کیوں یہ سرزمین'
جہاں ہمارا ڈبائی اور علی گڑھ تھا' ماں' بہنوں اور آباء واجداد کی قبریں تھیں'
چھوڑتے ہوئے آنکھوں سے آنسو آگئے

اُس کے ماموں نے کانپور سے کراچی آکر یہاں ایک دوست کی شراکت میں ایک Saw Mill خریدی تھی۔ خاصی بڑی جگہ تھی۔ اس کے اندر ایک مکان بھی بنا ہوا تھا' جس میں ماموں اور اُن کے دوست کی فیملی رہتی تھی۔ ماموں ہمیں (والدہ اور بچوں کو) وہیں لے آئے اور ایک کمرہ ہمیں مل گیا۔ فروری 1948ء میں جب والد صاحب انڈیا سے کراچی آگئے تو محلہ رام سوامی میں ڈیڑھ کمرہ کا ایک فلیٹ لے لیا۔ یہاں پر پگڑی سسٹم رائج تھا جس میں پگڑی زیادہ اور کرایہ کم ہوتا تھا۔ اس فلیٹ کی پگڑی ہم نے 500 روپے دی جو اس زمانہ میں اچھی خاصی رقم تھی ــــ اور ہمارے لئے تو بہت زیادہ اس لئے کہ ہم سب کچھ انڈیا میں چھوڑ کر تقریباً خالی ہاتھ یہاں آئے تھے۔

قائداعظم کو ہم نے کراچی میں پہلی اور آخری مرتبہ اُس وقت دیکھا جب وہ اور محترمہ فاطمہ جناح ایک کھلی بگھی میں بیٹھ کر گورنر جنرل ہاؤس (جواب گورنر ہاؤس ہے) سے اسٹیٹ بینک کا افتتاح کرنے جارہے تھے۔ غالباً یہ اگست کا مہینہ تھا۔ اگلے مہینہ 11 ستمبر کو ان کا انتقال ہوگیا۔

رام سوامی میں ہمارے فلیٹ کے قریب پاکستان مسجد تھی جس میں ہم نماز پڑھتے تھے۔ یہاں ہم تبلیغی بھائیوں کے ''ہتھے'' چڑھ گئے۔ ہمیں ان سے بہت لگاؤ ہوگیا اور جماعت میں بڑھ چڑھ کر کام کرنے لگے۔ عموماً ایک کارکن کو ہفتہ میں ایک مسجد کے گشت میں حصہ لینا ہوتا ہے مگر ہمارے جوش وجذبہ کا حال یہ تھا کہ ہفتے کے تمام دن شام کو جس مسجد میں بھی گشت ہوتا تھا' وہاں پہنچ جاتے تھے اور اس میں شریک ہوتے تھے۔ جمعرات کو یعنی شب جمعہ کو کمی مسجد میں اجتماع ہوتا تھا۔ اُس میں نہ صرف پابندی سے شریک ہوتا تھا بلکہ ظہر اور عصر کی نمازیں جن مسجدوں میں پڑھتا تھا وہاں نماز کے بعد کمی مسجد کے اجتماع میں شرکت کا اعلان بھی کیا کرتا تھا۔ رام سوامی ہی میں ہمارے ساتھی بھائی مشتاق بھی رہتے تھے۔ وہ تبلیغی جماعت کے پرانے کارکن تھے۔

اب برسوں سے وہ رائے ونڈ مرکز میں مقیم ہیں اور ان کا شمار ''بزرگوں'' میں ہوتا ہے۔

ہم ڈبائی میں نویں کلاس چھوڑ کر آئے تھے۔ کیرانٹر کالج سے والد صاحب نے اسکول چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ لے لیا تھا مگر پھر یہ سوچ کر کہ پاکستان میں اسے مانا جائے یا نہ مانا جائے' کچھ روز کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تحت سٹی ہائی اسکول میں داخلہ دلا دیا کہ یہاں کے اسکول چھوڑنے کے سرٹیفکیٹ کی قدر (Value) زیادہ ہوگی۔ ہم کوئی دو تین ہفتے اس اسکول میں رہے۔

فرنگی سے نفرت تو ہماری گھٹی میں پڑی تھی۔ تیرہ سال کی ہماری عمر تھی' علی گڑھ میں ایک سڑک پر جارہے تھے۔ دیکھا کہ چند ٹرک چلے آرہے ہیں جن میں گورے فوجی سوار ہیں۔ ہم ایک طرف کو ہٹ گئے۔ پتہ نہیں دماغ میں کیا آیا کہ ہم نے ایک پتھر اٹھا کر ٹرک کی طرف پھینک مارا۔ چچا مرزا غالب جن کا سو پشت سے پیشۂ آباء سپہ گری تھا' اتنے ''ڈرپوک'' واقع ہوئے تھے کہ مجنوں پر سنگ اٹھانے سے پہلے انہیں اپنا سر یاد آجاتا تھا۔ لیکن ہم چچا غالب نہیں تھے' ہم ''ہم'' تھے۔ چنانچہ جیسے ہی ہم نے پتھر اٹھا کر پھینکا' ایک گورے نے دیکھ لیا اور بندوق ہماری طرف تان لی...... شاید ڈرانے کے لئے' اس لئے کہ اگر فائر کرنا مقصود ہوتا تو ہم تو وہیں پر ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' ہو جاتے۔ پھر آپ کو یہ ''آپ بیتی'' کون سناتا! ــــ بہر حال گورے کی بندوق اپنی طرف دیکھ کر ہم سر پر پاؤں (مع جوتے) رکھ کر جو بھاگے تو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ تھری ناٹ تھری گولی کی فی منٹ رفتار کیا ہے! اس پر ہمیں ایک کارٹون یاد آگیا' لیجیے آپ بھی سن لیجیے' کیا یاد کریں گے! کراچی میں فسادات ہو رہے تھے' ایک طرف پولیس تھی اور دوسری طرف لڑکے۔ کارٹون میں تنگ سی پتلون پہنے ہوئے ایک ٹیڈی لڑکے کو پولیس پر پھینکنے کے لئے پتھر اٹھاتے دکھایا گیا۔ پولیس کے ایک سپاہی نے جو اس کی گردن دبوچی تو کہتا ہے کہ میں تمہیں مارنے کے لئے تھوڑا ہی بلکہ استنجاء کرنے کے لئے پتھر اٹھا رہا تھا۔ واہ رے واہ!! (جاری ہے)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

اسلام: مذہب یا دین!

محمد اشرف وصی

مذہب کہو یا دین' عوام الناس دونوں کو ہم معنی سمجھتے ہیں' کسی قسم کا فرق محسوس نہیں کرتے۔ لیکن پڑھے لکھے طبقے میں اس مترادف مفہوم نے بڑی غلط فہمی پیدا کر دی ہے اور اس غلط فہمی کو اہل مغرب، سیکولر مسلمان خوب استعمال کر رہے ہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں مذہب کا لفظ استعمال ہوتا تھا اُس کا انگریزی ترجمہ "Religion" کر دیا جاتا ہے۔ "Religion" اہل یورپ کے نزدیک ذاتی و انفرادی زندگی تک محدود ہے۔ اجتماعی زندگی میں وہ مذہب کا کسی قسم کا دخل برداشت نہیں کرتے۔ یہ آج کے سرمایہ داری نظام، جمہوری طاغوتی نظام کی ضرورت ہے، کہ نظام حکومت' نظام معیشت و معاشرت اُن کے اشاروں پر ناچے تا کہ وہ اپنی منفعت کے لئے جیسے چاہیں انسانوں کا خون نچوڑ سکیں' کسی بھی قسم کے قانون و طرز زندگی کو رائج کر کے مطلوبہ مقاصد حاصل کر سکیں۔

اُن کے سامنے ایک بڑی مشکل دین اسلام ہے جو بندے کی زندگی کے ہر گوشے میں رہنمائی کرتا ہے۔ عقائد ہوں یا عبادات، شادی بیاہ ہو یا نکاح و طلاق' شرم و حیا، ستر و حجاب ہو یا معاشی و سیاسی معاملات' ہر میدان میں کہیں تفصیلی اور کہیں اجمالی ہدایات موجود ہیں کہ انسان نے اپنی زندگی کے انفرادی و اجتماعی تمام گوشوں میں کس طرز کی زندگی گزارنی ہے۔ دین اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی کیا ہے اپنی بندگی ، عبادت، اطاعت گزاری و فرمانبرداری کے لئے۔ یعنی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت سے سرشار ہو کر ہر جگہ ہر وقت ہر حالت میں اللہ کے حکم اور اُس کے نبی حضرت محمد ﷺ کے طریقے کے مطابق زندگی گزارے۔ دوسرے لفظوں میں وہ "وقبلت جمیع احکامہ (اور میں نے اللہ کے تمام احکام کو تسلیم کر لیا)" کی شان ہو۔ گو کہ انسان ایمانیات، عبادات، رسومات، ساجیات، معاشیات اور سیاسیات سب میں اللہ کا بندہ ہے۔ لیکن اہل مغرب نے چوں کہ عیسائیت کو اجتماعی زندگی سے دیس نکالا دے رکھا ہے اس لئے اُن کی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ مغرب زدہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو بھی مذہب بنا دیا جائے اور سیاسیات ، معاشیات اور ساجیات میں مادر پدر آزادی اختیار کر لی جائے۔ سیکولرازم اسی کا نام ہے کہ انسان کا بنایا ہوا نظام نافذ کر دیا جائے، اہل مغرب کو تمام مذاہب تو گوارہ ہیں لیکن اُن کے لیے "دین" ناقابل برداشت ہے۔ کیونکہ دین اسلام کے مطابق دستوری حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ، انسان اُس کا خلیفہ اور نائب ہے۔

معاشیات میں یہ چیز مسلم ہے کہ اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسانوں کو ان وسائل کو بطور امین استعمال کا اختیار ہے۔ سود، جوئے، لاٹری، ذخیرہ اندوزی، عورت کے حسن کے ذریعے کمائی منع ہے۔ جبکہ موجودہ نظام انہیں کے ذریعے چلتا ہے۔

اسلام میں انسانی مساوات یہ ہے کہ وہ سب کے لئے، ترقی کے برابر مواقع فراہم کرتا ہے البتہ خاوند کو بیوی پر قوام بناتا ہے کہ گھر کے ادارے کا سربراہ مرد ہوگا۔ اس

> ضرورت اِس امر کی ہے کہ دین کا شعور رکھنے والے اِس ماحول کو سدھارنے کے لیے اٹھیں' عوام کے سامنے دین کا حقیقی تصور پیش کریں' جماعتی شکل میں منظم ہو کر دین کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے جدوجہد کریں

کے ساتھ ساتھ عورت کی عزت اور عصمت کی حفاظت کا نظام دیتا ہے جبکہ موجودہ نظام عورت کو رونق بازار اور اس کے تقدس کو پامال کر کے بے حیا بنانا چاہتا ہے۔ ان دونوں نظاموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک نظام کو ہٹا کر دوسرے کو لانے کے لئے اقتدار یعنی قوت نافذہ ضروری ہوتی ہے۔ جب کسی دین کے پاس قوت نافذہ نہ ہو تو وہ خود بخود مذہب بن جاتا ہے۔ اور جو یہ سمجھے کہ اسلام مذہب ہے دین نہیں تو اسے کسی قسم کی چنتا یا پریشانی نہیں ہونی چاہئے لیکن جو یہ سمجھتا ہے کہ میں مسلمان اور اہل ایمان میں سے ہوں تو اُس کے لئے یہ دنیا بالکل مختلف منظر پیش کرتی اور اُس سے تقاضا کرتی ہے کہ اپنے مالک کا حق غلامی و فرمانبرداری پورا کرے، اُس کے خلاف بغاوت کو ختم کرے، اُس کے دیئے ہوئے نظام زندگی 'دین اسلام' کے قیام و حفاظت کے لئے اپنا تن من دھن لگا دے۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ربانی ہے "اے موسیٰ! میں تمہارا الٰہ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ۔ میری بندگی کرو (غلامی کرو) اور نماز قائم کرو یاد دہانی کے لئے" موجودہ حالات میں ممکن نہیں ہے کہ انسان زندگی کے ہر میدان ہر معاملے میں عقائد و عبادات اور گھریلو رسومات کے علاوہ ساجیات، معاشیات اور سیاسیات میں اللہ کے حکم پر چل سکے۔ چنانچہ دین کی اِسی غربت کی بابت ارشاد نبوی ﷺ ہے: ((بدا الاسلام غریبا و سیعود کما بدا فطوبی للغربا)) (مسلم) یعنی اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور عنقریب یہ اجنبی ہو جائے گا۔ پس خوشخبری ہے اس وقت اسلام پر عمل کرنے والوں کے لئے۔ آج دین کی غربت کا عالم یہ ہے کہ غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز کے متبعین اور نام نہاد اسلامی دانشور نے اسلام کو مغربی تہذیب کے مطابق ڈھالنے کے لئے اسلامی اصولوں میں تحریف کر رہے ہیں تا کہ حکمرانوں کی روشن خیالی کا جواز مل سکے۔

علماء کی اکثریت کا حال نبی ﷺ کی اس حدیث کے مصداق ہے' آپ نے فرمایا: "لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام میں اس کے نام کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا اور قرآن میں اس کے الفاظ کے سوا کچھ باقی نہ بچے گا۔ ان کی مساجد آباد لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والوں میں بدترین ہوں گے۔ انہیں میں سے فتنے اٹھیں گے اور انہیں میں لوٹ جائیں گے۔" (بیہقی) ان سخت حالات میں جہاں اپنے پرائے، جانے انجانے میں اسلام کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اہل دین اسلام کی حقیقی خدمت و پرچار کے بجائے مسلکی و فرقہ وارانہ تعصب کو بڑھوتری دے کر اسلام کو نقصان اور امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دین کا شعور اور جذبہ رکھنے والے اس ماحول کو سدھارنے کے لئے اٹھیں اور فرمان رسالت کے مطابق "میں تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے، جماعتی زندگی اختیار کرو، سنو اور اطاعت کرو، ہجرت کرو اور جہاد کرو۔" کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں۔ عوام الناس میں مذہب کی بجائے دین کا حقیقی تصور پیش کریں اور لوگوں کو اس کے قیام کی جدوجہد کے لئے آمادہ کریں، جماعتی شکل اختیار کریں اور دین اسلام کی کھوئی ہوئی عزت عظمت کو دوبارہ بحال کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔ وہ خود بھی دین پر آئیں اور دوسروں کو بھی اس دین پر لانے کی کوشش کریں۔ تا کہ وہ ماحول' عادلانہ اور پاکیزہ نظام اجتماعی وجود میں آئے جس میں اللہ کی بندگی آسان اور شیطان و طاغوت کی بندگی مشکل ہو جائے۔

آسماں ٹوٹے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک؟

ڈاکٹر صفدر محمود

جس طرح ہم پر 8 اکتوبر کو زلزلے کی شکل میں قیامت صغریٰ گزر گئی اور اپنے پیچھے ہزاروں اموات چھوڑ گئی' اسی طرح جاپان پر بھی 6 اگست اور پھر 9 اگست 1945ء کو دوبار قیامت گزری' جو اپنے پیچھے ایک لاکھ بیس ہزار جلی کٹی اور مسخ شدہ لاشیں چھوڑ گئی۔ فرق یہ ہے کہ ہم پر آسمانی یا قدرتی آفت ٹوٹی جبکہ جاپان کے دو شہر...... ناگاساکی اور ہیروشیما...... انسانی درندگی اور جنگی آفت کا نشانہ بنے۔ ہمارے زلزلہ زدہ علاقوں میں 80 فیصد عمارتیں ٹوٹ پھوٹ گئیں یا زمین بوس ہوگئیں جبکہ جاپان کے دو شہروں کی انسانی آفت نے راکھ کے ڈھیروں میں بدل گئے۔ ہمارے زلزلہ زدہ علاقوں میں کچھ خوش قسمت انسان' پرند چرند اور جانور زندہ بچ گئے جبکہ ناگاساکی اور ہیروشیما میں انسانی آفت نے چند منٹوں میں ہر سانس لینے والی شے کو جلا کر راکھ کر دیا اور یہ دھماکے اتنے شدید تھے کہ پچاس ساٹھ کلومیٹر دور ریل کی پٹڑی پر چلتی ہوئی گاڑیاں پٹڑی سے اتر کر حادثات کا شکار ہوگئیں اور پندرہ بیس کلومیٹر کے علاقے میں صرف کھنڈرات کے نشان بچے' باقی ہر شے ریزہ ریزہ ہوگئی۔ آپ کو علم ہے کہ جنگ عظیم دوم میں امریکہ نے ان دو شہروں پر ایٹم بم گرائے تھے...... امریکی پائلٹ کے بیان کے مطابق جب وہ ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر جہاز کو بلندی کی جانب اٹھا رہا تھا تو اس نے مڑ کر دیکھا۔ اسے سارا شہر ایک سیاہ ترین بادل میں لپٹا ہوا نظر آیا۔

مجھے ہیروشما اور ناگاساکی دو دو بار جانے کا موقع ملا۔ ان شہروں میں بنائے گئے میوزیم عبرت کی انتہائی دردناک تصویر ہیں۔ میں جب 1999ء میں ہیروشیما گیا تو مجھے بتایا گیا کہ ابھی 1945ء کے ایٹمی حملے کے چند ایک مریض زندگی و موت کی کشمکش میں ہسپتالوں میں پڑے تھے۔ ان حملوں کی پیدا کردہ تپش اور حدت سے لوہے کے گارڈز' سلاخیں اور سائیکلیں یوں دوہری اور ٹیڑھی ہوگئی تھیں جیسے انہیں آگ کی بھٹی سے نکالا گیا ہے۔ اس خوفناک منظر کے تصور ہی سے انسان کانپنے لگتا ہے۔ میں ہیروشیما کے سٹی ہال' جس کے مینار پر ایٹم بم گرایا گیا تھا' کے سامنے کھڑا سوچتا رہا کہ انسان کس قدر سفاک' سنگدل اور ظالم ہے اور ساتھ ہی ساتھ کس قدر رحم دل اور نرم و گداز بھی ہے۔ جب وہ ظلم پر اترتا ہے تو قیامت کی یاد دلاتا ہے اور چنگیز و ہلاکو بن جاتا ہے لیکن جب خدمت کا جذبہ لے کر میدان میں اترتا ہے تو ساری زندگی کوڑھ کے مریضوں کے علاج اور دیکھ بھال کے لیے وقف کر کے مدر ٹریسا اور یتیموں' بے آسرا' بیواؤں اور آفت زدہ انسانوں کی خدمت کر کے انسانی ہمدردی کی مثال بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق' اشرف المخلوقات...... کے بھی کئی رنگ ہیں' کئی ڈھنگ ہیں اور بے شمار پہلو اور ان گنت قسمیں ہیں۔ قرب الٰہی چاہتا ہے تو کرامات کا نور پھیلاتا ہے اور شیطانی خصلت کا شکار ہوتا ہے تو شیطان کو بھی شرما دیتا ہے۔

میں ہروشیما سے نکلا تو بے حد اداس' غمگین اور بوجھل تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جنگِ عظیم دوم میں جاپان کے ساٹھ شہروں پر بم گرائے گئے۔ ان کے کوبے اور ٹوکیو جیسے بڑے اور صنعتی شہروں کو بموں سے تباہ کیا گیا۔ ان کی صنعت اور معیشت کی کمر توڑ دی گئی اور جنگ کے بعد جاپان پر اتنی پابندیاں عائد کی گئیں کہ اسے تقریباً مہذب کالونی بنا دیا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق ساڑھے تین برسوں میں تقریباً چار لاکھ جاپانی موت کے منہ میں چلے گئے۔ سیاسی عدم استحکام کا یہ حال رہا کہ دو دو برسوں میں حکومتیں بنتی ٹوٹتی اور وزراء اعظم بدلتے رہے۔ کرپشن کے سکینڈل بھی منظر عام پر آئے۔ سٹاک ایکسچینج بھی کریش ہوئے۔ دوسری جانب عالم یہ ہے کہ جاپان کا صرف 12 فیصد علاقہ قابل کاشت ہے' باقی پانی اور سنگلاخ ہے۔

ان حالات میں جاپان کیسے محفوظ رہا اور پھر جاپان' جاپان کیسے بنا۔ ان تمام تر آفتوں' مسائل اور مشکلات کے باوجود جاپان نے کس طرح ترقی کی کہ گزشتہ سال جاپان کی فی کس آمدنی تقریباً ساڑھے انتیس ہزار 29400 ڈالر تھی۔ اس کی برآمدات 539 بلین ڈالر جبکہ درآمدات 402 بلین ڈالر تھیں۔ اس وقت جاپان ایک خوشحال ترین ملک ہے جو محض اپنی صنعتی قابلیت کے زور پر دنیا پر چھایا ہوا ہے اور بے حد عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

آخر یہ بیسویں صدی کی کرامت کیسے رونما ہوئی؟ جاپان ان قیامت خیز تباہیوں سے کیسے عہدہ برآ ہوا۔ یوں تو اس کی کئی وجوہ ہوں گی لیکن اصل اور بنیادی وجہ جاپان کا قومی عزم' جذبہ تعمیر اور قوم سے محبت ہے جو ان تھک محنت' لگن اور بلند حوصلگی کو جنم دے کر ترقی کی راہ ہموار کرتی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحتیں دی ہیں کہ اگر وہ عزم کر لے تو سمندروں کے رخ موڑ سکتا ہے۔ اور پہاڑوں کو پائے تلے روند سکتا ہے...... شرط ہے عزم' لگن اور اپنے رب پر بھرپور یقین و ایمان...... خود اسلامی تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے لیکن ہمیں وہ محض کہانیاں لگتی ہیں' نسیم حجازی کے ناول محسوس ہوتی ہیں۔

حالیہ تاریخ میں جرمنی اور کئی ممالک کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے جنگوں کی پیدا کردہ راکھ پر بلند و اعلیٰ عمارتیں اور صنعتیں قائم کیں اور قومی عزم اور جذبے کے زور پر تباہیوں اور ناکامیوں کو کامیابیوں اور معاشی خوشحالی میں بدل دیا لیکن میں نے جاپان کا تفصیل سے ذکر اس لیے کیا کہ اوّل تو جاپان ہماری طرح ایشیائی ملک ہے جہاں بدھ مت کے پیرو نرم خو' مہمان نواز' مہذب اور مخلص انسان بستے ہیں جو آج کی دنیا میں عزم کی علامت بن کر ابھرے ہیں۔

اگر جاپان اتنی تباہی اور انسان کی برپا کردہ قیامت کے بعد دنیا کی منفرد صنعتی قوت اور خوشحال ملک بن سکتا ہے تو پاکستان کیوں نہیں...... پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت سے نوازا ہے۔ یہاں کی زمین زرخیز' لوگ بے حد محنتی اور جفاکش' ایثار اور خلوص سے مالا مال ہیں۔ معدنی وسائل بدرجہ اتم موجود ہیں اور اگر اس قوم کو قائداعظم جیسی مقبول اور بلند کردار قیادت مل جائے تو یہ قوم بیک وقت انگریزوں اور ہندو اکثریت کو شکست دے کر پاکستان کی صورت میں معجزہ رونما کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔

زلزلے کی صورت میں قدرتی آفت آچکی' تباہی اور ہلاکتیں ہوچکیں لیکن پاکستانی قوم مایوس یا بددل ہو کر بیٹھنے والی نہیں۔ اب ہمارے سامنے ایک نیا چیلنج ہے اور ہمیں جاپان کی مثال کو سامنے رکھ کر نئے عزم اور جذبے کے ساتھ تباہی کے ملبے پر روشن اور خوشحال مستقبل کی

زلزلے کی صورت میں قدرتی آفت آچکی' تباہی اور ہلاکتیں ہوچکیں لیکن پاکستان قوم مایوس اور بد دل ہو کر بیٹھنے والی نہیں۔ اب ہمارے سامنے نیا چیلنج ہے۔ ہمیں جاپان کی مثال سامنے رکھتے ہوئے نئے عزم سے تباہی کے ملبے پر خوشحال مستقل کی عمارت تعمیر کرنی ہے

عمارت تعمیر کرنی ہے۔ قوم میں جذبۂ تعمیر موجود ہے اسے ذرا جلا دینے' ابھارنے اور ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ جس کی ذمہ داری سماجی اور سیاسی قیادت پر عائد ہوتی ہے۔ تمام تر مشکلات کے باوجود مسلمان مایوس نہیں ہوتا اور سچ یہ ہے کہ میں نہایت پرامید ہوں' مجھے اپنی قوم کے عزم اور صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔

ہمیں بہر حال اس امتحان میں سرخرو ہونا ہے اور دنیا کو دکھانا ہے کہ ہم ایک باہمت' پُر عزم اور عظیم قوم ہیں جو آفات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' جو ٹوٹے ہوئے تاروں کا ماتم کرنے کی بجائے نئے جہاں آباد کر سکتی ہے۔ یہی ایک طریقہ ہے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کو بحال کرنے اور عالمی سطح پر عزت کمانے کا...... دردمندو! اٹھو اور مصیبت زدگان کا سہارا بنو' نئی بستیاں آباد کرو اور قوم کا مقدر بدل ڈالو۔ حکومت کی طرف مت دیکھو کہ حکومت کا کام صرف حکومت کرنا ہوتا ہے۔ افراد ہی بڑے کام کرتے ہیں اور جو بڑے کام کرتے ہیں وہی عظیم لوگ کہلاتے اور تاریخ میں جگہ پاتے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

❁❁ضرورت رشتہ❁❁

☆ بیٹی' عمر 24 سال' تعلیم میٹرک' خوبصورت' نیک سیرت' سکونت لاہور' مغل برادری سے تعلق کے لیے مناسب رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: 0303-6440564

☆ مطلقہ خاتون' ہمراہ ایک بیٹا' باپردہ' صوم وصلوٰۃ کی پابند' اعلیٰ تعلیم یافتہ کے لیے دینی مزاج کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: ڈاکٹر امتیاز اکرم

موبائل: 0300-8415596

☆ لاہور کی رہائشی ایک دین دار گھرانے کی باپردہ لڑکی عمر 30 سال' تعلیم ایم۔ ایس۔ سی (ریاضی)' پابند صوم وصلوٰۃ' ایک تعلیمی ادارے میں معقول تنخواہ پر پڑھا رہی ہے' کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔ دوسری شادی کے خواہش مند جذبۂ خیر خواہی رکھنے والے بھی رجوع کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

فون: 042-5173537

دعائے صحت کی اپیل

رفیق تنظیم اسلامی لاہور شمالی نمبر 2 ذکاء الرحمٰن کے پھوپھی زاد علی حسان ٹریفک حادثہ کے باعث قوما میں ہیں رفقاء واحباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

تصوف کا مقصود

حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی نگاہ میں

حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں: "تصوف اس لیے نہیں کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں اور نوروں اور رنگوں کو دیکھیں' بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ:

1۔ معتقدات شرعیہ میں زیادہ یقین حاصل ہو جائے تا کہ استدلال کی تنگی سے نکل کر کشف (باطنی مشاہدہ) کے میدان میں آ جائیں۔

2۔ احکامِ شریعت بجالانے میں آسانی ہو جائے۔

تصوف دراصل علوم شرعیہ کا خادم ہے' شریعت کا مخالف نہیں۔ ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اے عزیز! اس غیب الغیب راستہ میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔ آپ اعتقادات واعمال میں شریعت کو مدنظر رکھ کر زندگی بسر کریں۔ شرعی احکام بجالانے کی توفیق فرط محبت کا نتیجہ ہے اور باطنی جمعیت کا حاصل ہونا اسی محبت کا ثمر ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے (ترجمہ): "اور جو ایمان والے ہیں ان کی محبت اللہ (تعالیٰ) کے لیے بہت شدید ہے۔" اگر تمام جہان جتنی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں ڈال دیں اور اس محبت کو قائم کر لیں' تو کچھ غم نہیں کرنا چاہیے۔ اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار و کیفیات باطن میں زیادہ کر دیں' لیکن اس محبت میں بال برابر کمی کر دیں تو اسے سوائے خرابی کے کچھ نہ جاننا چاہیے۔ کمالِ محبوب کی اطاعت سے حاصل شریعت کی متابعت پر موقوف ہے کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ باطن کی دوستی میں کوشش کرنا شرعی احکام بجالانے کے لیے ہے۔ سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق شریعت پر استقامت یا عدم استقامت سے معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص سچا ہے وہ باوجود سکر و مستی اور بے خودی کے بال برابر بھی شرع کے مخالف عمل نہیں کرتا۔" (مکتوبات)

مولانا رومیؒ استغراق میں رہتے تھے' مگر نماز کے وقت ہوش میں آ جاتے اور نماز پوری طرح ادا کرتے۔ حضرت مجدد لکھتے ہیں: "شریعت کے تین اجزا ہیں...... علم' عمل اور اخلاص۔ ان کا حصول اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے اور یہ رضا دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ تصوف' شریعت کے تیسرے جز اخلاص کو کامل کرتا ہے۔ جذبہ و سلوک کا منتہا مقام رضا کا لازمی نتیجہ ہے۔"

اخلاص یہ ہے کہ عمل میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو۔ زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خطرہ دور کرنا یعنی سچائی کی عادت بغیر تکلیف اور تصنع حاصل ہو جانا حقیقت یعنی تصوف ہے۔ پس تصوف شریعت کو کامل کرنے والا ہے' نہ کہ اس کا مخالف۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے (ترجمہ): "ان سے کہیں اگر تم اللہ (تعالیٰ) سے محبت رکھتے ہو تو میری متابعت کرو' اللہ (تعالیٰ) تم سے محبت کرے گا۔" (بشکریہ: نوائے وقت' 27 ستمبر 2005ء)

بقیہ: اداریہ

زلزلہ زدگان کی بحالی کا کام مناسب حد تک تکمیل پذیر نہیں ہو جاتا۔

2۔ جو لوگ اس حادثے میں جاں بحق ہو چکے ہیں' ان کی مغفرت کے لئے تہہ دل سے دُعا کریں اور زخمیوں کے علاج معالجے اور عیادت کے حوالے سے اپنی ذمہ داری کو احسن طور پر ادا کریں۔

3۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر خلوص دل کے ساتھ توبہ کریں۔ افراد قوم اپنے سابقہ گناہوں اور کوتاہیوں پر سچے دل سے استغفار کریں اور آئندہ کے لئے اصلاحِ احوال پر کمر بستہ ہو جائیں اور پھر مل جل کر اپنے قومی جرم کی تلافی کے طور پر پاکستان میں حقیقی اسلامی نظام کے قیام و نفاذ یعنی نظامِ خلافت کے قیام کے لیے سرگرمِ عمل ہو جائیں۔ تو کیا عجب کہ مسلمانانِ پاکستان جو ایک طویل عرصے سے بعض اعتبارات سے نہایت مایوس کن قومی و ملی حالات کے باعث شدید ذہنی کرب سے دوچار تھے' ازسرنو ایک زندہ قوم بن کر

"صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب"

کا روپ دھار لیں اور یہ مملکت خداداد پاکستان صحیح معنوں میں علامہ اقبال اور قائد اعظم کے خوابوں کی سچی تعبیر بن کر اسلام کا ایک عظیم قلعہ اور یہود و نصاریٰ کے مذموم عزائم کی راہ میں ایک ناقابل تسخیر چٹان ثابت ہو اور اسلام کے عالمی غلبے اور پان اسلام ازم کی جانب سفر میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کر سکے۔ ع "کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!"

☆ علماء اور واعظین کی تقریروں کا اثر کیوں نہیں ہوتا؟

☆ اسلام میں داڑھی کی کیا حیثیت ہے؟ ☆ رفع الیدین کا کیا حکم ہے؟

سوال: یہ بتایئے کہ آج کے دور میں علماء یا دوسرے مقررین کا لوگوں پر اثر کیوں نہیں ہوتا' جبکہ پرانے وقتوں میں لوگ علماء کی گفتگو سے متاثر ہوتے تھے اور اُن کی بات مان کر ان کے پیچھے چلتے تھے۔

جواب: آج بھی ایسا نہیں ہے کہ کسی کی بات کا کوئی اثر نہ ہو۔ کم وبیش کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے میں بھی ضروری نہیں کہ اکثریت نے بات مانی ہو۔ حضور ﷺ جیسے داعی کی دس برس کی محنت کے نتیجے میں بمشکل سوا سو آدمی ایمان لائے۔ نہ ابوجہل نے مانا' نہ ابولہب نے' نہ عتبہ بن ربیعہ نے اور نہ ہی ولید بن مغیرہ نے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو دو مرتبہ کھانا کھلایا۔ حضرت علیؓ کے سوا کسی ایک نے انہیں بھی دعوت قبول نہیں کی۔ البتہ پہلے اور آج کے زمانے میں فرق یہ ہے کہ آج کل کے لوگ زیادہ تر پروفیشنل ہیں۔ جس کی بنا پر ان کے وعظ میں تاثیر یقیناً نہیں ہوتی۔ پھر یہ ہے کہ ہمارے قول وفعل میں تضاد ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اثر پذیری کی صلاحیت ہونا بھی ضروری ہے' تبھی اثر ہوگا' ورنہ حضرت نوح علیہ السلام جیسے نبی ساڑھے نو سو برس تک دعوت دیتے رہے اور ان کی قوم کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ لہٰذا آپ تو اپنی حد تک کوشش کیجئے۔ خیر کے کام کی' دین کی دعوت کی نشر واشاعت کیجئے۔ نتائج اللہ کے حوالے کر دیجئے۔

سوال: اسلام میں داڑھی رکھنا فرض ہے یا سنت؟

جواب: داڑھی فرض نہیں ہے' سنت مؤکدہ ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک واجب ہے۔ واجب سنتِ مؤکدہ اور فرض کے درمیان آتا ہے۔ لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ واجب کے درجے میں آ جاتی ہے۔ واجب کا قول ہو یا سنت مؤکدہ کا' دونوں صورتوں میں داڑھی مونڈنے والا گناہ گار ہوگا۔ دراصل ہمارے ذہنوں پر مغربی تہذیب کا اتنا غلبہ ہو گیا ہے کہ صورت اور لباس میں اسی شے کو ترجیح دیتے ہیں جو اس وقت دنیا میں رائج ہے اور حضور ﷺ کی سنت کی پیروی نہیں کر رہے۔ بات سخت خطرے والی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) "جس کو میری سنت پسند نہیں ہے پھر اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔"

سوال: اگر کوئی خاتون کسی سبب (مثلاً حیض) سے اپنا طواف زیارت مکمل نہیں کر سکتی تو کیا وہ اپنے خاوند کے لیے حرام ہے؟ کیا ایسی صورت میں نکاح ٹوٹ جائے گا؟

جواب: حج کے دوران حیض کی صورت میں عورت سوائے طواف اور نماز کے تمام ارکان حج ادا کرے گی۔ اور ایام حیض کے گزرنے کے بعد طواف زیارت کر لے گی۔ طواف زیارت کے کرنے یا نہ کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

سوال: کیا عمرہ ادا کرنے کے بعد حج لازم ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: عمرہ کی ایک صورت صورت تو یہ ہے کہ آدمی کہیں سفر پر جا رہا تھا کہ راستے میں اس نے عمرہ کر لیا' یا سرکاری دورہ پر گیا اور اس دوران عمرہ کر لیا' جبکہ اس پر حج فرض نہیں تھا۔ یعنی اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ حج کر سکے تو محض اس واقعہ سے کہ اس نے سفر کے دوران عمرہ کر لیا ہے' اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ البتہ اگر وہ صاحب استطاعت ہے تو پھر پہلے اس نے عمرہ کیوں کیا؟ پہلے اسے فرض ادا کرنا چاہیے۔ اگر اس نے عمرہ پہلے کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ صاحب استطاعت ہے' لہٰذا اس پر حج لازم ہے۔

سوال: سوال یہ ہے کہ تنظیم اسلامی تبلیغی جماعت کی طرح شہروں میں "door to door" دعوت کا کام کیوں نہیں کرتی۔ اگر وہ ایسا کرے تو میں تنظیم کا رُکن بن جاؤں گا۔ دوسرے یہ کہ ڈاکٹر اسرار احمد دعوت دین کے لیے بہترین کام کر رہے ہیں۔ جبکہ مقامی تنظیمیں محنت نہیں کرتیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

جواب: تنظیم اسلامی کا دعوتی کام بالعموم دروسِ قرآن کے حلقوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ جو لوگ ان دروس میں شامل ہوتے ہیں' رفقاء تنظیم اِن سے رابطہ کر کے انہیں تنظیم کی دعوت دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ عوامی رابطے کے حوالہ سے مزید محنت اور توجہ کی ضرورت ہے۔

سوال: حدیثوں کی تقریباً ساری مستند کتابوں میں رفع الیدین کا حکم ہے' جبکہ زیر ناف ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم ایک آدھا ہے۔ مگر پھر بھی نوے فیصد لوگ زیر ناف ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: رفع الیدین کا معاملہ الگ ہے۔ جبکہ ہاتھ کہاں باندھے جائیں' یہ دوسرا معاملہ ہے۔ رفع الیدین پر کوئی مرفوع حدیث حکم کے انداز میں نہیں ہے' بلکہ صرف خبر کے انداز میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ اس طرح رفع الیدین کرتے تھے' لیکن یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ رفع الیدین کرو' اس قسم کی کوئی حدیث موجود نہیں۔ بہرحال یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے جو چل رہا ہے۔ ان چیزوں کے اندر زیادہ sensitive نہیں ہونا چاہیے۔ یہ چیزیں اگر ہمارے اسلاف سے چلی آ رہی ہیں تو ظاہر ہے انہیں کوئی دین سے دشمنی نہیں تھی۔ مختلف لوگوں کو مختلف روایتیں پہنچی ہیں۔ مختلف روایتوں کی وجہ سے انہوں نے مختلف آراء قائم کر لی ہیں۔ لہٰذا دونوں طرح سے نماز ہو جاتی ہے۔

سوال: کیا بغیر داڑھی کے شخص تنظیم اسلامی کا رُکن بن سکتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے' تو پھر ہم ایسے شخص سے جس کا ظاہر اسلام کے مطابق نہ ہو' کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ پورے ملک میں اسلام نافذ کرے گا؟

جواب: تنظیم اسلامی کی رفاقت (ممبر شپ) کے دو مرحلے ہیں۔ پہلے مرحلہ میں رکن تنظیم مبتدی رفیق ہوتا ہے۔ اور دوسرے میں ملتزم! بغیر داڑھی کے شخص تنظیم کا مبتدی رکن بن سکتا ہے۔ لیکن ایک رفیق کو تنظیم کا ملتزم رفیق بننے کے لیے داڑھی لازماً رکھنا ہوگی۔ اکثر ملتزم رفقاء ہی عوام میں دعوتی امور انجام دیتے ہیں۔ اگر ابتداء میں کسی شخص کو داڑھی نہ ہونے کی بنا پر رفاقت اختیار کرنے کی اجازت نہ دی گئی تو اصلاح احوال اور اپنی ذات پر اسلام نافذ کرنے کی تربیت کیسے دی جا سکی گی۔

سوال: نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا کسی حدیث سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: کبھی کبھی نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے' لیکن آپؐ سے التزام ثابت نہیں ہے۔ ہمارے ہاں بدقسمتی سے عام طور پر تصور یہ ہو گیا ہے کہ دعا نہیں مانگی تو گویا کہ نماز ہی نہیں پڑھی۔ نماز کا جزو لازم بنانا اصل میں بہت بڑا مغالطہ ہے۔ اسی طرح نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ضروری خیال کیا جاتا ہے حالانکہ نماز جنازہ ہے ہی صرف دعا۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا پھر حضور ﷺ پر درود اور آخر میں دعا۔ چونکہ لوگ عربی سے ناواقف ہیں اس لیے وہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرتے ہیں حالانکہ نماز جنازہ میں بہترین مسنون دعا ہم نے صف بستہ ہو کر کی ہے۔ امام کے پیچھے' قبلہ رخ ہو کر کی ہے۔ بہرحال جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نماز باجماعت کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگی جائے' یہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔

اسرائیل کو مٹادو: احمدی نژاد

ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایران اپنی ایٹمی سرگرمیاں کسی صورت نہیں روکے گا اور یورینیم افزودہ کرنے کا عمل جاری رہے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسرائیل کو دنیا کے نقشے سے مٹ جانا چاہیے کیونکہ اس نے مشرق وسطیٰ کا امن برباد کر رکھا ہے۔ ایران اسرائیل یا امریکا کی دھمکیوں سے خوفزدہ نہیں ہوگا بلکہ ایرانی ایٹم بم اس پر گرائے جانے کے لیے تیار ہیں۔

صدر احمدی نژاد کے اس بیان پر امریکا' برطانیہ' اسرائیل وغیرہ نے سخت ردعمل ظاہر کیا ہے۔ ان کے نزدیک اسرائیل کو تباہ کرنے کی دھمکی عالمی برادری کے لیے "چیلنج" کی حیثیت رکھتی ہے۔ ادھر ایران کے سابق صدر خاتمی نے احمدی نژاد پر زور دیا ہے کہ وہ ایسے بیانات دینے سے گریز کریں جو دنیا میں ایران کے لیے معاشی اور معاشرتی مسائل پیدا کر دیں۔

شام کے خلاف عالمی پابندیاں

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک قرارداد میں شامی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ لبنان کے سابق وزیراعظم رفیق الحریری کے قتل کی تحقیقات میں تعاون کرے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل شام کے خلاف جو قرارداد پیش ہونے والی تھی' اس میں کہا گیا تھا کہ اگر شامی حکومت نے تعاون نہ کیا' تو اس پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دی جائیں گی تاہم بعد میں پابندیوں کے الفاظ حذف کر دیے گئے۔ سیاسی ماہرین نے اس امر کو شام کی سفارتی کامیابی قرار دیا ہے۔

امریکیوں کے لیے مہلک ترین مہینہ

مارچ 2003ء میں عراق پر امریکی قبضے کے بعد اکتوبر کا مہینہ امریکی فوج کے لیے مہلک ترین ثابت ہوا۔ پچھلے مہینے مجاہدین نے 93 امریکی فوجیوں کو جہنم رسید کر دیا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس امر سے ثابت ہوتا ہے کہ عراق میں مجاہدین کی قوت بڑھ رہی ہے۔ حتیٰ کہ پنٹاگون نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے۔ مجاہدین کو خاص طور پر بم حملے کرنے میں مہارت حاصل ہے۔

تھائی لینڈ کے مسلمان

پچھلے کئی برس سے تھائی لینڈ کے مسلم اکثریتی علاقوں میں نوجوانوں کے گروہ اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں تاہم انہیں زیادہ کامیابی نہیں ملی' کیونکہ اسلامی ممالک سے انہیں کوئی امداد نہیں ملی اور پھر تھائی حکومت بڑی سختی کے ساتھ انہیں ختم کرنے میں مصروف ہے۔ ظلم و تشدد کے باوجود تھائی مسلمانوں کا حوصلہ ماند نہیں پڑا اور وہ وقتاً فوقتاً اپنے عزائم کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں تھائی لینڈ کی ایک مسلم جماعت نے حکومت کو خبردار کیا ہے کہ جب تک تھائی حکومت مسلمانوں کو انصاف اور خود اختیاری حکومت کا حق نہیں دیتی' اس وقت تک علاقے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

اسرائیل کے میزائل حملے

گزشتہ ہفتے اسرائیلیوں نے غزہ کی پٹی پر میزائل برسا دیے۔ ان کی لپیٹ میں آ کر فلسطینی گروہوں' الاقصیٰ اور قسام بریگیڈ کے دو رہنما' حسن المدہون اور فیاض ابوالقراء شہید ہو گئے۔ وہ اس وقت گاڑی پر سوار تھے جب اسرائیلی طیارے نے ان پر میزائل داغ دیے۔ حماس نے اس حملے کو اعلان جنگ قرار دیا ہے۔

اصلاح پسند سفیر برطرف

ایرانی صدر احمدی نژاد نے حکم دیا ہے کہ جہاں جہاں اصلاح پسند سفیر مقرر ہیں' انہیں ہٹا دیا جائے۔ مزید براں ملکی انتظامیہ سے بھی اصلاح پسندوں کو فارغ کرنے کا عمل جاری ہے۔ خبر کے مطابق 1979ء کے اسلامی انقلاب کے بعد یہ حکومت میں سب سے بڑی اکھاڑ پچھاڑ ہے۔ سب سے زیادہ سفارت کار یورپی ممالک سے ہٹائے گئے ہیں۔

ایران کی حزب اختلاف کا کہنا ہے کہ صدر احمدی کے اس اقدام سے ملک میں شدت پسندی بڑھے گی اور حکومت کے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔

امریکا کے خفیہ قید خانے

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے خبر دی ہے کہ امریکا کی خفیہ ایجنسی' سی آئی اے نے القاعدہ کے اہم ارکان کو مشرقی یورپ اور دوسری جگہوں پر قائم اپنے خفیہ حراستی مراکز میں قید کر رکھا ہے۔ یہ قید خانے مصر' تھائی لینڈ اور افغانستان وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔ یہ صورت حال بڑی تشویش ناک ہے' کیونکہ ان قید خانوں میں مسلمان ہی قید ہیں۔

گوانتاناموبے کے قید خانے میں امریکی انسانی حقوق کو جس طرح پامال کر رہے ہیں' وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ امریکیوں نے اپنے قیدیوں پر ظلم و تشدد کرتے ہوئے تمام ملکی و بین الاقوامی قوانین و اصول بالائے طاق رکھ دیے ہیں' حتیٰ کہ اقوام متحدہ اور امریکی سپریم کورٹ بھی بے گناہوں کو بچانے کے لیے مداخلت نہیں کر سکتے۔

دریں اثناء ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنے بیان میں اس امر پر تشویش ظاہر کی ہے کہ افغانستان میں امریکی فوجی طالبان اور دیگر قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کر رہے ہیں۔ تنظیم کا کہنا ہے کہ اس طرز عمل سے امریکی جنیوا کنونشن کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

فرانس میں ہنگامے

فرانس یورپ کا وہ ملک ہے جہاں مسلمان سب سے زیادہ تعداد میں آباد ہیں۔ پچھلے دنوں وہاں اچانک ہنگامے پھوٹ پڑے' جب فرانسیسی پولیس نے دو مسلمان نوجوانوں کو کرنٹ دے کر ہلاک کر ڈالا۔ اس پر نوجوانوں کے دوستوں اور عزیز رشتے داروں نے ہنگامہ کر دیا۔ یہ ہنگامہ بڑھتے بڑھتے پیرس کے علاوہ دیگر شہروں تک پھیل گیا اور مظاہرین نے کئی ہزار گاڑیاں نذر آتش کر دیں۔

سیاسی ماہرین کے مطابق یہ ہنگامے ان علاقوں میں ہوئے جہاں معاشرے کے پسے ہوئے لوگ مقیم ہیں اور انہیں معاشرتی تعصب کا سامنا ہے۔ وہ بے روزگار بھی ہیں۔ اسی احساس محرومی نے انہیں احتجاج کرنے پر مجبور کر دیا۔ چونکہ حکومت نے بزور جبر انہیں دبانا چاہا اس لیے وہ مزید بپھر گئے اور ہنگامے پھیلتے چلے گئے۔

کرغستان میں امریکی اڈہ

امریکا نے کرغستان میں اپنا فوجی اڈہ قائم رکھا ہے۔ اب کرغستانی حکومت نے امریکیوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ زیر استعمال اڈے کا معاوضہ بڑھائے۔ فی الوقت امریکی بہت کم معاوضہ ادا کر رہے ہیں۔ کرغستانی صدر نے کہا ہے کہ اگر امریکا فوجی اڈہ استعمال کرنا چاہتا ہے' تو اب اُسے اڈے کا معاوضہ فی مربع میٹر کے حساب سے ادا کرنا پڑے گا۔

bitterness runs very deep, and the surprising thing is not that there are so many extremists in the Arab world willing to use violence against the West, but that there are so few."

We need such honest historians to filter out impurities from history and present the facts as they are so that history become a mirror for the present day war lords and they are able to see their face in it before they arrogantly boast about their "way of life" and values to justify the worst form of tyranny they have imposed on Muslims and non-Muslims alike.

Although exposing the truth is always uncomfortable to many in the position of power, it is always necessary that historians stand for the best that their discipline can provide to save Muslims from the coming holocaust. We must applaud person like Gwynne Dyer and all those who have already offered their support. We all understand that history matters. Historians can matter too.

Notes

---

[1] Reuters report: "Pope met anti-Islam author Fallaci." Tuesday, Aug 30, 2005

[2] Robert Parry, Fooling America, (New York: Morrow & Co., 1991.)

[3] Sean Gonsalves, "It's time to put the 'War on terror' in historical perspective." AlterNet. Posted August 25, 2005. http://www.alternet.org/columnists/story/24600

دوپٹے کی تحقیر کیوں؟

مکرمی! ہمارے ٹی وی ڈراموں میں بالخصوص اور دوسرے عام پروگراموں میں بھی بڑی بوڑھیوں' خادماؤں' نوکرانیوں' دائیوں' فقیرنیوں اور غیر تعلیم یافتہ غریب خواتین کے سروں پر تو دوپٹہ دکھایا جاتا ہے۔ اور اس کے برعکس نوجوان لڑکیوں اور باحیثیت گھر کی خواتین اور تعلیم یافتہ طبقہ نسواں کو ننگے سر دکھایا جاتا ہے۔ یہ دوپٹے کی کھلی تحقیر ہے۔ دوپٹہ شعائر اسلام میں سے ہے۔ اس کی تحقیر گناہ ہے۔ اسلامی مشاورتی کونسل بھی کئی مرتبہ سفارش کر چکی ہے کہ ٹی وی پروگراموں میں ''دوپٹہ'' اپنی اصل روح اور حقیقی جذبے کے ساتھ نافذ کیا جائے''۔ حکومت کی آئینی ذمے داری ہے کہ ملک میں شعائر اسلام کی عزت و توقیر قائم کرے اور عوام کو ان کے اختیار کرنے کی طرف راغب کرے۔

(سید مظہر علی ادیب' لاہور)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ ہیپاٹائٹس بی اور سی/ Elisa Method کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

النصر لیب: 950۔ بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن ' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 41

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

Wanted: Honest Historians to Silence the War Lords

Massive efforts are underway to revise school curriculum in the Muslim world. The primary objective is to neutralize Islam, present it as a religion of peace alone, and take out any reference to the obligatory struggle against oppression and injustice.

The bottom-line as underlined in General Musharraf's strategy of "enlightened moderation" is to tolerate everything and just focus on poverty alleviation and economic development. The best you can do is appeal to the unjust to resolve the disputes with justice.

These attempts are part of the broader campaign to make the world forget about the root causes of present turmoil and fix the blame on the shoulder of intended target. History plays a leading role in reawakening and putting facts in perspective. That is why history becomes the first victim of the oppressors.

History of colonialism was already manipulated and diluted to the extent that students reading history in the former colonies would hardly know how the colonial adventures started with the blessing of the Church and continued for 500 years with killing no less than 300 million people which amount to more than 50 holocausts by comparison with what Hitler did to Jews.

Those who know history to some extent may pick up almost any contemporary history college-level textbook about India and Pakistan, for example, and read it with an eye first for accuracy, and in terms of the history they know, as opposed to the history they — as historians — may have read in the past or may have been taught. They will be as disturbed and frustrated as I am on such occasions.

The history we read has more often than not traveled a circuitous route through filters and biases that leave the words on the page relatively hollow and meaningless. The older folk may look for example at the chapter of British occupation of Indian sub-continent (if they find one. They will see how little resemblance there is between what is on the printed page and what they know about or have experienced personally. To this day, neither the official, government history, nor the history written by most scholars, tells but a fraction of the truth about the real extent of the European colonial adventures and their impact on the present day world.

There is a crying need for historians of today to reach beyond the "official," government-issue version of "history." This is especially urgent when it comes to truthfully and accurately recording the many controversial, contested, and every now and then "secret" (albeit publicly known) events of the colonial past.

This becomes more important at a time when more than 300 million deaths at the hands of colonialists are totally forgotten and Pope Benedict not only holds Muslims as a whole responsible for the on going global turmoil in his direct address to Muslim leader but also blesses Oriana Fallaci, the anti-Islam Italian author with a meeting. An Italian judge in May ordered her to stand trial for defaming Islam in her 2004 book, "La Forza della Ragione" (The Force of Reason). Interestingly, this author writes that Muslim terrorists had killed 6,000 people over the past 20 years in the name of the Koran and said the Islamic faith "sows hatred in the place of love and slavery in the place of freedom."[1] We need honest historians to stand up and say, if the death of 6,000 over 20 years makes the whole Muslim world responsible and open to lectures by Pope and others, what about the death of more than 300 million at the very least at the hands of colonialists who were directly licensed by no one other than the Church?

Following the foot prints of former colonialists, it is not only false CIA propaganda that continued to find its way into the media after the US replaced England as the Ruling State, and into more than a few history texts. One of the critical problems of both journalists and historians is a virtually routine, and often blind, acceptance as fact of many prominent myths, including those spawned by the designers of disinformation in the ranks of the military and intelligence agencies. Some of the myths arise more than anything from an ideological base, others from a conscious distortion of history. These myths then inexorably grow in stature and become, as expressed by one of the best investigative journalists in the US, Robert Parry, "conventional wisdom."[2]

The West's crime against humanity in the form of European colonization before the mid 20th century and the US foreign intervention since then remain a sensitive aspect of their history and the present war lords in particular feel strongly that there should be no hint of connection between the ongoing war on Islam and the past. They take this stand despite the massive historical evidence that suggest that the root causes of the anti-Western feelings and never-ending problems in the developing world are the direct result of the European and American crimes over the last 500 years at least.

There are highly organized and well supported groups and individuals, promoting a special view of Western history. These groups view themselves as the watchdogs against what they call in the American context as revisionist history, a label that often translates as any history that confronts their vision of America's past. In the US there are people who are exposing the truth. These public historians and teachers of history face significant pressure when they attempt to present controversial history. This is true even when their interpretations are those generally accepted as the best scholarship available. On the international level, however, there is an absence of personality and organized effort to uncover the truth and expose the real culprits behind the global disorder and injustice. Muslims, locked in the struggle for survival, do not seem interested in presenting the history in the right manner to demystify to deep rooted misconceptions.

It is a shame for Muslims that some non-Muslims are now telling the world that it is "time to put the 'war on terror' in historical perspective."[3] Sean Gonsalves, gives references to the work of Gwynne Dyer in a recent article at AlterNet. After taking readers through the summary of Western colonization and the extent of subjugation where "by 1918, all the wealth and power of the Muslim world were gone and 95 percent of Muslims were living as the subjects of one foreign Christian empire or another," the authors agree to conclude: "The